

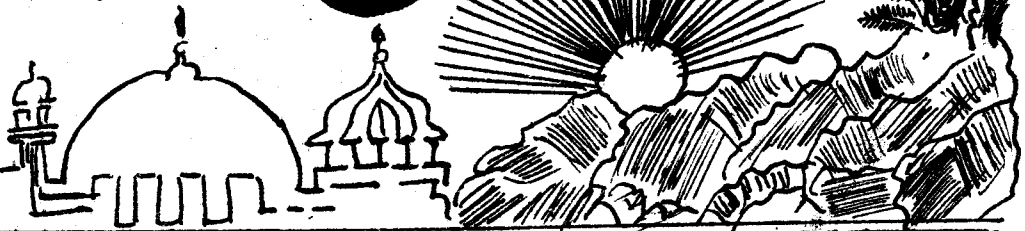
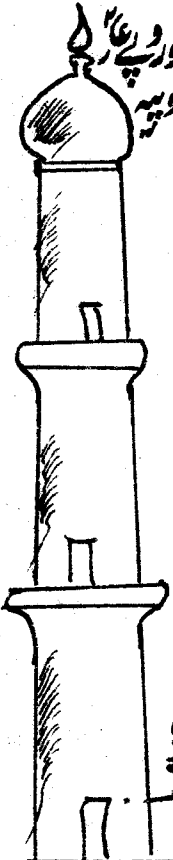
ہر انگیزی ماہ کی یکم و سولہ
تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مجلس مرکز خیر الانصا بھیرہ و ادارہ عالمی تحریک کا ترجمان

چندہ سالہ دورے کا
غریب سے فیر و پیہ

شمس الاسلام

محمد ہدایت قاسمی



نمبر ۲

بھیرہ پنجاب - محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق فروری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۲

اہل قلم حضرات سے درخواست

اہل قلم حضرات شیعہ، مرزائی، خاکساری، چکراووی وغیرہ ملحد فرقوں کے رد میں مٹل اور ٹوٹے مضامین لکھ سکتے ہیں یا مغربیت، اشتراکیت اور ہریت وغیرہ فتنوں کی تردید میں یا اسلام و ہدایت کے ساتھ قلم اٹھا سکتے ہیں، ان سے درخواست ہے کہ "شمس الاسلام" کے صفحات کو اپنی تحقیقات سے مزین فرما کر اسلام انجام دینے کے علاوہ کائنات شمس الاسلام کو مزین منت فرمائیں۔ "شمس الاسلام" کی گذشتہ صفحات کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی علمی سرپرستی فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں مضامین خوشنما اور حاشیہ چھوڑ کر لکھے جائیں تاکہ مناسب مصلحت و ترمیم کے لئے جگہ نکل سکے۔ تہذیب اور قانون کی حدود کے کسی حالت میں بھی تجاوز نہ کیا جائے تمام مضامین ہمارے واسطے مولانا پیر محمد محمد بہار الحق صاحب قاسمی بنگلہ الی دروازہ امرتسر کے پتہ پر ارسال کئے جائیں۔ البتہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل رد ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیے۔ (منیجر جریدہ "شمس الاسلام" جامع مسجد بھیرہ ضلع شاہ پور)

سرخ پسیل کا نشان

یہاں ان حضرات کے پرچہ پوسٹ پر پہل کا نشان لگایا گیا ہے جن کی میعاد ۱۴ دسمبر ۱۳۹۱ء تک ہے۔ فروری ۱۳۹۱ء تک ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کے چندہ کی رقم بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں تاکہ درخواستہ کسی وجہ سے آئندہ کے لئے خریداری منظور نہ ہو تو اس سے بذریعہ پوسٹ کا روٹہیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ تساہل اور سکوت ہرگز اختیار نہ فرمائیں کہ اس سے "شمس الاسلام" کو نقصان پہنچتا ہے (منیجر جریدہ "شمس الاسلام" جامع مسجد بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب)

تبلیغی کتب ہیں

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوبند۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور

رسالہ "نورایان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ رؤسا کی طرف سے شیعوں میں نفرت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ نہ اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۶ حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

المشرقی علی المشرقی طبع اول۔ تعداد صفحات ۹۲۔ یعنی مشرقی کے عقائد اور اس کی

تحریک کے خلاف افغانستان، سرحد آزاد، اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے بیانات اور فتاویٰ مقتدرہ مجلس کے فیصلوں اور مشرقی متعلق مصری و ترکی اجازات کی رائے کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۳۰ روپے محصول ڈاک قیمت فی سیکرڈ پندرہ روپے۔ بچاس کتابوں کی قیمت ۱۸ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

برق آسمانی اجسین مرزا نے قادیانی کے اپنے قلم سے اس کے سوانح و عقائد، عبادات و معاملات

و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر عقلی اور نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ رعایتی قیمت ۴ روپے

جوبیدہ شمس الاسلام کا شیعہ غلو المصروف بہ جو اگست ۱۹۱۹ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں

صورہ اسرافیل بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں گالی تو کجا کہیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر و جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ درج صحابہ و ائمہ پر قرآن مجید، احادیث نبوی کریم، اقوال ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات کے علاوہ عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی جرأت و اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزدہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرا بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ۔ قیمت ۴ روپے محصول ڈاک

بشارت ائمہ احمد از تصنیف لطیف مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری مبلغ حزب انصار

بھیرہ۔ اس کتاب میں قوی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علی بشارت و مہشتر برسول یا قیامت بعدی اسماء احمد کے اصل اور حقیقی صداق حضرت احمد مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مرزا غلام احمد اس کا صداق ہرگز نہیں ہے۔ حجم ۸۰ صفحہ سائز ۲۲×۱۵ قیمت ۴ روپے محصول ڈاک

مازیانہ نقشبندیہ مؤلفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرحمن صاحب بکھروی۔ اس کتاب میں

مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا دلائل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ :- منیجر جوبیدہ شمس الاسلام بھیرہ۔ پنجاب

ملاحظات

فوج محمدی کی اطلاعات

مولانا صاحبزادہ محمد فخر الزمان صاحب یو، پی کے دورہ واپس تشریف لائے ہیں۔ امرہ وغیرہ مقامات میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب قائد اعظم اپنے مرکز (ترک ضلع میانوالی) میں تشریف لائے ہیں۔ انشاء اللہ ماہ مارچ کے آغاز میں بھارہ حزب الانصار کے سالانہ جلسہ کے موقع پر افواج محمدیہ کے انصار کا شاندار اجتماع اور تبلیغی کیمپ ہوگا۔ تمام جماعتیں اس میں شمولیت کے لئے تیاری شروع کر دیں۔ اس مرکزی تبلیغی کیمپ میں آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل مرتب ہوگا۔ (منجانب ادارہ عالیہ محمدیہ، بھیرہ)

مولانا قاسمی کا سفر بمبئی

مسلمانانِ بمبئی کے ذمہ دار حلقوں کی دعوت پر مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔ عشرہ محرم میں وہاں آپ کے موعظۂ حسنہ کے لئے مجالس منعقد ہوگی۔ بمبئی کے علاقہ کے انصار کو چاہیے کہ مولانا کے درود کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے کلمات سے مستفیض ہونے کی سعی کریں۔

(ناظم حزب الانصار۔ بھیرہ۔ پنجاب)

تعلیم الاسلام

حزب الانصار کی سرپرستی میں قائم شدہ مدارس عربیہ میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کے طلبہ کا سہ ماہی امتحان ماہ محرم کے پہلے ہفتہ میں ہوگا۔ تفسیر القرآن۔ ترجمہ قرآن اور تعلیم القرآن کا سلسلہ بھی مجلہ تعالیٰ کامیابی سے چل رہا ہے۔

تبلیغ الاسلام

حضرت امیر حزب الانصار نے برفاقت مولوی حبیب اللہ صاحب امرت سہری حبیب ذیل مقامات کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ ہر مقام پر تبلیغی جلسے منعقد ہوئے اور دیہات کے باشندوں کو پیغام حق سے روشناس کیا گیا۔

پرائیڈ ناچپہ۔ جھنڈا۔ کوٹ ٹھومن۔ ٹیلیہ۔ جلد موزوم۔ ڈیرہ رانجھا۔ کوٹ میانہ۔ چک شیمیاہ۔ ٹانگوٹوالی۔ چک ملائین لائن۔ لنگر ضلع جہلم۔ لنگر ضلع جہلم۔ علاوہ ازیں مولوی حبیب اللہ صاحب کے متعدد وعظ شہر بھیرہ میں ہوئے اور مسلمانانِ بھیرہ ان کے موعظۂ حسنہ سے محفوظ ہوتے رہے۔

مولوی پیر میر شاہ صاحب ڈیرہ ماہ مبارک ربیع الثانی صاحب فراش رہے۔ الحمد للہ کراہی رولت میں اور انشاء اللہ ہفتہ عشرہ کے اندر تبلیغی دورہ پر روانہ ہو سکیں گے۔

”حزب الانصار“ کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ مارچ کو نہایت شان و شوکت سے منعقد ہوگا (تبلیغ)

نذرات

(از مرتب)

”احسان“ پڑھیے

خاکسار تحریک کا بنیادی مہول یہ ہے کہ امیر کے ہر حکم کی خواہ وہ حکم صحیح ہو یا غلط، قرآن و حدیث کے مطابق ہو یا مخالف، غیر مشروط اطاعت کی جائے۔ امیر کو خود خدا کی مانند ”کَیْشْرَکَ فِی تَخْطِیْہِ اَحَدًا“ کا مصداق تصور کیا جائے۔ اس کی اطاعت سے انحراف کرنے والا بالکل اسی طرح کافر ہو جاتا ہے جس طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ جس تحریک کا یہ اصل اصول ہو، وہ ”مدیر“ احسان“ کے نزدیک ”واحد اسلامی تنظیم“ ہے اور اس کی حمایت ”احسان“ کا وہ کارنامہ ہے جس پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جا رہا ہے۔ اور فخر کے ساتھ کہا جا رہا ہے۔ کہ ہماری اس قے کو چاہئے پر دوسرے اخبارات بھی مجبور ہو گئے۔

کارٹونوں اور تصویروں کا سلسلہ شروع کرنے پر بھی فخر کیا جا رہا ہے اور اسے اپنی اولیات و خصوصیات میں شمار کرتے ہوئے اس کو مسلمانوں سے استعانت کے لئے وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث صحیح سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں جس میں تصویریا بنانے والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

احکام شریعت کی کھلی ہوئی مخالفت کو ”رہنمائی“ سے تعبیر کرنا اور پھر اس ”رہنمائی“ کا قوم پر احسان دھڑا دہر حاضر کا خاص کر قلم نہیں تو کیا ہے؟

اللہ ہی حافظ ہے اُس قوم کا جس کو ایسے ایسے ”رہنما“

”رہنمائی“ کا احسان | اس زمانہ کے تجدد پسندوں نے جس طرح نبوت و رسالت، وحی و الہام، تجدیدیت و مسیحیت، بلکہ کفر و اسلام کا مفہوم بدل ڈالا ہے۔ اسی طرح نیکی بدی، ثواب و گناہ اور حسن و قبح کے معیار کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ دین حنیف کے پیرو تیرہ سو برس تک خدا اور اُس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی ہی کو تمام نیکیوں کا سرچشمہ تصور کرتے اور اللہ و رسول کی نافرمانی کو تمام برائیوں کا منبج سمجھتے رہے، لیکن اب نہ صرف خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی بے باکانہ خلاف ورزی ہی کی جاتی ہے، بلکہ اسے اپنے عظیم الشان اور قابل قدر و لائق تقلید کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر لاہور کے روزنامہ ”احسان“ کا حسب ذیل اعلان ملاحظہ فرمائیے جو اس کی اشاعت ۱۶ جنوری ۱۹۷۷ء کے صفحہ پر چوکڑ میں جلی قلم سے بعنوان ”احسان رہنمائی کرتا ہے“ شائع ہوا ہے:-

”۱) خاکساروں کی حمایت کا بیڑہ سب سے پہلے ”احسان“ نے اٹھایا اور ملت اسلامیہ کو اس واحد اسلامی تنظیم کی طرف توجہ دلائی۔ بشکر خداوندی ہے کہ خاکساروں کے مخالف اخبار بھی ان کی حمایت پر مجبور ہو گئے ہیں۔

(۲) تصویروں اور کارٹونوں کا سلسلہ بھی مسلم برپسی میں سب سے پہلے ”احسان“ نے شروع کیا اور ہندو بھی مقبول ہوتا جا رہا ہے (اس لئے) ہمیشہ

نصیب ہوئے ۵

اِذَا كَانَ الْعُرَابُ دَلِيلًا
سَيَهْدِيكُمْ سُبُلًا تِلْكَ لَهَا لِكَيْتَا

قرشی صاحب کے
دریں قرآن کے معجزہ

بانی سیرت کبھی قاضی العجید
صاحب قرشی نے درس
قرآن کے نام سے متعدد
رسائل شائع کئے ہیں جن کے مفاد کو ہمیں موقع تو نہیں ملا۔
اس نے ان کی نسبت قطعی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی البتہ
قرشی صاحب کے اخبار ایلان، خبریہ ۱۵ جنوری ۱۳۲۷ء کے
ایک مضمون سے جو صدر پر درس قرآن کا حیرت انگیز معجزہ کے
عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس درس کے عجیب و غریب
نتائج و اثرات اور برکات و ثمرات ہم پر منکشف ہوئے جن
کو دیکھ کر ہمیں پروپیگنڈا کے فن کی اہمیت کا صحیح اندازہ لگانے
کا موقع ملا۔

مضمون مذکور میں تین چار واقعات بیان کئے گئے ہیں۔
ایک واقعہ ایک عورت کے نام سے درج کیا گیا ہے جس
میں اُس نے اپنے شوہر کی عیاشی کی داستان بیان کرتے
ہوئے لکھا ہے کہ میرے شوہر نے "درس قرآن" سے متاثر
ہو کر عیاشی ترک کر دی اور وہ خاکسار ہو گیا۔ (یہ قرشی صاحب
کے درس کا پہلا معجزہ ہوا) دوسرا معجزہ "حب ذیل الفاظ
میں بیان کیا گیا ہے :-

"خود ہمارے خاندان کے نوجوان پر درس قرآن
کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے سپاہیانہ زندگی کر لی۔
اور کئی نوجوان فوج میں بھرتی ہو کر میدان جنگ
کو گئے۔ میرے خاندان زاد بھائی ہوائی جہاز کے محکمہ میں
نوکری ہو کر مصروف ہو گئے ہیں"

یہ ہوئے دو معجزے "اب تیسرا" معجزہ "ملاحظہ فرمائیے!

"راجہ منڈی (اگرہ) میں میری ایک عزیزہ رہتی ہیں۔

جو مذہب کی شیعہ ہیں۔ چند روز ہوئے۔ وہ ایک تقریب

میں ہمارے گھر مہمان ہو کر آئیں اور قرآن مجید اپنی

قرشی صاحب کا درس قرآن۔ موصوفہ سنا۔ اُن کو اس

قدر شوق ہوا کہ انہوں نے بھی اپنے گھر جا کر قرآن مجید پڑھنا

شروع کیا۔ اور جو آیتیں چچا جان نے سنائی تھیں ان

کے مسنون پر غور کیا۔ وہ آیتیں یہ تھیں، کافروں کے

معبودوں کو بھی جہان کہو اور خدا کے سوا کسی کے سنا

سر نہ جھکاؤ نہ کسی کو مشکاکشا سمجھو میں نے سنا ہے

کہ ان آیتوں کا ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں

نے تعزیہ داری سے توبہ کی اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا

کہنا چھوڑ دیا"

پہلے معجزہ سے زیادہ سے زیادہ اتنا ثابت ہوا کہ قرشی
صاحب کا درس قرآن عنایت اللہ شرقی کی تصنیفات
"قول فیصل" "مولوی کا غلط مذہب" "اسلام کی عسکریت" کی
کامیابی چرچہ ہے۔ اگر "درس قرآن" کو پڑھ کر ایک شخص کا
خاکسار ہوجانا "معجزہ" ہے تو مشرقی "مہجرت" کے مقابلہ میں یہ اعجاز
آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اس کے علاوہ قرشی صاحب
نے اپنے ایک مضمون میں جو اخبار "ایمان" میں بعنوان "خاکسار
بھائیوں سے چند کڑوی باتیں" شائع ہوا تھا، خاکساروں
کے متعلق لکھا تھا کہ :-

"قد اقلے ہمارے بعض بھائیوں پر رحم فرمائے۔

وہ مرتے بھی ہیں، تو ناگیں وہ پر اور سر نیچے کر کے

تاکہ مرتے مرتے بھی دنیا میں اپنی حماقت اور بے توقیری

کے نشانات ثبت کر جائیں"

تو گویا قرشی صاحب کے درس قرآن نے "ناگیں" اوپر اور سر

نیچے کر کے مرنے والی "مخلوق میں ایک فرد کا اہنا فہمی کیا۔ اس

کے درس سننے اس کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی کا قائل کر دیا تھا، بلکہ اس نے اس نقطہ نظر سے تبرّازی ترک کی۔ کہ سنی کافر ہیں اور حضرت فاروق اعظم سنیوں کے معبود اور ربّیت۔ اور کافروں کے بتوں اور معبودوں کو گالی نہ دینا چاہیے۔ اب بھی اگر قرشی صاحب اس کو اپنے درس کے "معجزات" میں شمار فرمائیں۔ تو بیان کی انتہائی خوش فہمی ہوگی۔

قرشی صاحب اپنے اخبار میں کبھی مسلمانوں کی "ملا پروری" کا ماتم کرتے ہیں، کبھی مولویوں اور پیروں کے توبہ گنڈے اور ان کے ترلوئے پر معترض ہوتے ہیں اور کبھی ان کے مناظروں اور اختلافات کی داستانیں بیان کر کے دغاں کرتے ہیں کہ یا اللہ ہندوستان میں بھی مصطفیٰ کمال پاشا پیدا کر، جو ان مولویوں کا صفایا کرے (خدا گنہ کو ناخن نہ دے) غرض مولویوں اور پیروں کے عیوب پر تو عقابیں نگاہ دیکھتے ہیں لیکن خود کس قدر جبارت کے ساتھ اپنے مغربی نائب کے پروپیگنڈا کو "معجزہ" کہہ کر مسلمانوں سے روپیہ ایٹھنے میں مصروف ہیں۔

کاش مولویوں اور پیروں کی آنکھ کا بتکا دیکھنے والے قرشی صاحب اپنی آنکھ کا شہتیر بھی ملاحظہ فرماتے!

شمس الاسلام

اشاعت کرنا ہر دیندار مسلمان کا اخلاقی فرض ہے!
(یہی)

سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس اگر یہ "معجزہ" ہے۔ تو قرشی صاحب ہی فرمائیں کہ سخت کس جانور کا نام ہے؟

قرشی صاحب کے درس کا دوسرا "معجزہ" یہ ہے کہ اُسے پڑھ کر کئی نوجوان سرکاری فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یہ "معجزہ" دراصل آپ کے درس کا نہیں، بلکہ ہندوستانیوں کے "پیٹ" کا ہے۔ ورنہ آپ ہی فرمائیے کہ جو ہزاروں لوگ فوج میں دھڑا دھڑ بھرتی ہو رہے ہیں اور وہ آپ کے اور آپ کے درس کے نام سے قلعے نا آشنا ہیں۔ ان کا بھرتی ہونا کس کا "معجزہ" ہے؟

اور اگر یہ فی الواقع قرشی صاحب ہی کے درس کا "معجزہ" ہے۔ تو ہم گورنمنٹ سے پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس درس کی لاکھوں کاپیاں خرید کر ملک کے کونے کونے میں بھنت تقسیم کرے۔

مرزا غلام قادیانی کی پچاس الماریوں نے تو گورنمنٹ کی حمایت میں صرف لفظوں کی دنیا آباد کی تھی، لیکن قرشی صاحب نے گورنمنٹ کی اعانت کے لئے قرآن کے وسیلہ سے ملٹی میدان تیار کر کے دکھا دیا۔ اور درس قرآن کا نام دہ کا میاب سہتیار ہے کہ جو مسلمان کو مطیع و متقاد بننے پر مجبور کر دے گا۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نے اس "معجزہ" کی قدر نہ کی، تو یہ اتنی بڑی احسان فراموشی ہوگی کہ جس کی تلافی کسی صورت میں بھی نہ ہو سکیگی۔

باقی رہا تیسرا "معجزہ"۔ تو ایک دفعہ سطحی نظر سے دیکھ کر ہمیں بھی یہ شبہ ہو گیا تھا کہ اگر یہ "معجزہ" نہیں، تو قرشی صاحب کی کرامت ضرور ہے کہ تبرّاتی شیعہ نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گالی بکنا ترک کر دیا۔ لیکن جب ہم نے عبادت کو غور سے مکر پڑھا تو معلوم ہوا کہ تبرّاتی نے تبرّا اس لئے ترک نہیں کیا کہ قرشی صاحب

بصائر و عبرات

اسوہ ابراہیمی

(از مولانا محمد حسین صاحب شوق پبلانوی مدرس مدرسہ نیریزہ پوریہ)

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی

ہر کس کہ جاں نداد کہ بجائیاں نیرسد

صغیر ہستی پر جب ظلم و استبداد، جبر و تعدی، فرد و وطن

کی خوفناک و مہیب، خون آشام، درندہ صفت حکومتوں کے

تحت بچھائے جاتے ہیں جن کے نام سے انسانیت و شرافت

کے جسم پر روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب انسانی لباس

میں لمبوس بھڑیے نافرمان شناس اور مالک حقیقی کو کیسہ بھول جانے

والے فرعون و فرود حاکم اپنی زرق برق خلعتیں پہن کر جن کی

ہر تباہی مظلوم و محکوم، مفلس و فلاش، بد نصیب رعایا کی بچپن

رُو صیں ٹرپ رہی ہوتی ہیں۔ آراستہ و پیراستہ پوری طاغوتی

شان کے ساتھ اُن تختوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں "کَا تَهْمُ خَشْبٌ

مُسْتَدَّةٌ" جن کا ہر پایہ غلام، انسانوں کے بے قد و کم بہا،

ساکن و جاد، خون کے مصالحہ سے تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو وہ چند

دنوں، محدود ساعتوں کی مہلت دیتے ہوئے طاغوت

خدا نے قدوس کی غلامی و عبودیت کا حلقہ اپنی احسان فراموش،

قرۃ و نخت سے اکڑی ہوئی ذلیل گردنوں سے اتار ڈالتے ہیں۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ اَكْرَهٌ اَنْ يَّسْكُنَ"

اس ظلم و عدوان، جبر و قہر کے دورِ ملکیت میں بندگیِ خدائی

سے، درندگیِ انسانیت سے، گندگیِ نفاقت سے تعبیر کی جاتی

ہے۔ حکم الحاکمین کے فرائض کا تسخیر اڑایا جاتا ہے۔ اس وقت

غیرتِ الہی جو شہنشاہی ہے۔ اسی گھر کی خاکستر شدہ آتش سے

ایک شرار اٹھتا ہے جو فلک بوس ایوانوں، عرش آسمانوں

کو ایک ساعت میں بھسم کر دیتا ہے جس سے ان ذرہ صفت

کم مایہ مغرور و مجرور کی مجرمانہ بھناہٹ جو ان میں یکین تھے،

ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتی ہے۔ "اِنَّ اَذْهَقَ الْاَلْبِیْوَتَ لَکِبِیَّتِ
الْعَنَکِبُوَتِ"

ہمیشہ بادل کی گرج کے بعد سکوت، باد و مخالف کی آندھوں
کے بعد سکون، ذلت کے بعد عزت، درد و الم کے بعد چین،
طوفان کے بعد آرام، موت کے بعد زندگی، ڈوبنے کے بعد بھرا،
دنیا کی آنکھ جب بھی کھلتی ہے، وہاں ہی دیکھتی ہے جہاں ازل
الذکر چیز ہوتی ہے۔ قدرت اپنی ابدی شہنشاہیت کے نشان
کو ظاہر کرنے کی خاطر، جاہل و کابل انسانوں کی عبرت کے لئے
عصفور کے بچوں میں شہساز کا زور، غلامی میں بادشاہی کی
قوت، بیماروں اور مکر دروں میں تندرستی و توانائی، مُردہ رگوں
میں زندگی کا خون و دلچیت کرتی ہے۔

بالکل اندر چہ بالا ماحول کے اندر جب قانونِ قدرت کا
ایک ذلیل باغی جس کو غرور کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
ظلم و استبداد کے تحت پر اپنی شانِ خدائی کی نمائش کر رہا
ہے۔ ہر طرف جبر و کفر کی آندھیاں، ظلمت و گمراہی کے
جھکڑ چل رہے ہیں۔ تمام عالم پر ایک خوفناک تاریکی چھائی
ہوئی ہے۔ دفعہ حیمیتِ الہی میں توجہ کے آثار نمودار ہوتے ہیں
اور عین اُسی گھر کی خاکستر سے جہاں غرور کی چند روزہ خدائی
کے سامان سب سے زیادہ مقدار میں تیار کئے جاتے تھے۔

ایک شرار اٹھتا ہے۔ ظلمت کے گہواروں سے ہدایت کا ایک
چاند طلوع ہوتا ہے۔ پانی کی بوند کو ترسنے والے ہونٹوں کے
بالمقابل آبِ حیات کا سرد و شیریں چشمہ اُبلنے لگتا ہے۔ اس
احمال کی تفصیل قرآنِ حمید کی زبانی سنئے! وَلَقَدْ اَتَيْنَا
اِبْرٰهٖمَ رِسٰلَہٗ مِنْ قَبْلِہٖ وَکِتٰبَہٗ عَلٰی بَیِّنٰتٍ۔ اِذْ قَالَ
لَا بَیْہٖ وَ قَوْمَہٗ مَا هٰذَہٗ التَّمٰثِیْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَهَا عٰکِفُوْنَ۔
قَالُوْا وَاٰجِدُ نَا اِبٰرٰهٖمَ لَهَا عٰبِدُوْنَ۔ قَالَ لَقَدْ کُنْتُمْ اٰخِثٰمٍ
فَاِذَا وُکِّرْتُ فِیْ سَلٰلٍ مَّہِیْنٍ۔ قَالُوْا اٰجَعْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ کُنْتَ

من الاعین فجلناهم الاحقرین الایۃ

(ترجمہ) ابراہیم کو ہم نے پہلے ہی عقل و فہم دے رکھا تھا اور ہم اس کو اچھی طرح جانتے تھے (نور ہدایت کی مقدس دعوت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہا تھا کہ یہ بتھر کی مورتیں کیا ہیں جن کے لئے تم گئے ہوئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔ (حضرت ابراہیم نے فرمایا) کہ پھر تو یقیناً تم اور تمہارے آباؤ اجداد صاف گم راہی میں پڑے رہے انہوں نے کہا۔ کہ یہ جو تم کہہ ہو۔ ہمارے لئے واقعی کوئی حق بات لانے ہو یا دل لگی کر رہے ہو؟ حضرت نے جواب دیا:-

”دل لگی کیا معنی، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے اس حق بات پر شہادت دینے والا ایک نہیں بھی ہوں۔ (اور مٹا حضرت نے یہ بھی کہا، کہ خدا کی قسم تمہارے چلے جانے کے بعد میں ان تمہارے بتوں سے ایک چال چلے گا۔) چنانچہ جب وعدہ حضرت ابراہیم نے اُن کے چلے جانے کے بعد ثبت خانہ میں جا کر ان کے بتوں کے ٹکڑے کر ڈالے۔ صرف ایک بڑے بت کو رہنے دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں جب وہ واپس آئے۔ اور انہوں نے یہ حال دیکھا تو آپس میں کہنے لگے۔ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ بُرا سلوک کس نے کیا ہے۔ یقیناً جس شخص نے ایسا کیا ہے بڑا ظالم تھا۔ اس پر بعض کہنے لگے کہ وہ نہ جواں جس کو لوگ ابراہیم کہتے ہیں وہ اُن بتوں کا ذکر کر رہا تھا۔ لوگوں نے شور مچایا۔ کہ اس کو یہاں سب کے سامنے پکڑ کر حاضر کرو۔ تاکہ لوگ اس کے جواب پر گواہ رہیں۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو پکڑ لائے اور اُن سے پوچھا کہ اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کارروائی کی ہے؟ انہوں نے دائرانا کہا۔۔۔ بلکہ یہ بت جو سب سے

بڑا ہے، اس نے کی ہوگی۔ انہی سے پوچھ لو، اگر جواب دے سکتے ہیں یہ مُنہ توڑ جواب مسکے سب حیران ہو گئے اور اپنے دل میں اپنی گمراہی کے قائل ہو کر، آپس میں کہنے لگے، واقعی تم ہی بڑے ظالم ہو لیکن خود اس خیال کو دل سے نکال کر، پھر اسی طرح گمراہی کے گڑھے میں جھکیل دیئے گئے (اور حضرت ابراہیم سے کہا، تم جانتے ہو کہ بت بولا نہیں کرتے، انہوں نے جوابا کہا۔ پھر اتنی کھلی ہوئی بات بھی سمجھ نہیں آ سکتی کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو۔ جو تمہیں کوئی نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ افسوس یہ تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر (جب وہ بحث و تمحیص سے عاجز آ گئے۔ تو کہنے لگے اور کوئی علاج نہیں) اگر تم اپنے ان خداؤں کی مدد کر سکتے ہو تو اس بے باک شخص کو آگ میں جلا کر بتوں کی مدد کرو۔ انہوں نے اس مشورہ کو عملی جامہ پہنایا (لیکن ہم نے بھی اپنی قدرت کا تماشہ دکھلایا) اور آگ کو کہا کہ ٹھنڈی ہو جا۔ اور انہوں نے جو کرو فریب کا طلسم بنایا تھا۔ ہم نے اپنے اس حکم سے اُن کو ناکام کر دیا اور انسان کو اتنی جہلت نڈی کہ وہ ہمارے سچے داعی کو نقصان پہنچا سکیں۔

قرآن کریم کے اس واقعہ پر ہم نے آج تک ایک قصہ کی حیثیت سے نظر ڈالی اور اس کو ایک داستان سمجھتے رہے ہیں لیکن اگر ہمیں خداوند جل و علا نے سر دیا ہے اور اس سر میں دماغ عطا کیا ہے۔ اور اس دماغ میں نظر و فکر کی صلاحیت و ولایت کی ہے۔ تو اس واقعہ میں حقائق و معانی و نصیحت و عبرت کا ایک بحرِ ناز پیدا کرتا رہو جزا معلوم ہو گا۔ مثلاً چند باتوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

(آ) دنیا کے مطلع پر جب کفر و عصیان کی کالی گھٹا چھا جاتی ہے۔ اور اس اندھیر نگری میں بسنے والے انسان مددِ ولی سے زیادہ خوشخوار و جفا پیشہ بن جاتے ہیں۔ حق و صداقت کی

سارے منصوبوں کو حق کی ایک گرج نے خاک میں ملا دیا۔ تاکہ
رہتی دنیا تک آنکھیں رکھنے والے عبرت و موعظت کا
سبق حاصل کریں۔

ہمت بلند وار کہ مردان روزگار
از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

مندرجہ بالا واقعات دنیا میں ظہور پذیر ہوئے۔ دیکھنے والوں
نے دیکھا، سنے والوں نے سنا۔ قویں اٹھیں، ہنسیں، ستوریں،
بگڑیں، اُجڑیں اور ہمیشہ کے لئے دفن بھی ہو گئیں۔ لیکن
ہماری پدیںبی کا تماشہ کچھ باطل ہی نہ لاسا ہے صفحہ عالم پر
اُبھرے، بڑھے، پھیلے، بگڑے، رُک گئے۔ اب قوم کا ایک
حصہ تو اپنے پرانے لباس، وضع قطع، عملی حالت کو ترک کر کے
دوسرے حصہ کو جو ظاہری ہی ہستی شان کو سنبھالے ہوئے
ہے، طعن و تشنیع کا مورد بناتا ہے اور ثانی الذکر جو اپنے آپ
کو اصلی صورت پر قائم بتلاتا ہے، اس کے ہر کام میں اصل
کام کا مقصد فنا ہو گیا ہے۔ اصلی روح عنقا ہو گئی۔ عید آتی
ہے۔ گزر جائے گی۔ نمازیں بھی پڑھی جائیں گی۔ رسی طور پر
قربانیاں بھی ہو گئی۔ مجلسیں بھی قائم کی جائیں گی۔ وعظ بھی
ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسم گرامی بھی ایک دن
کے لئے زور زور سے چیخ چیخ کر گلے بھیاڑ کر لیا جائیگا۔
لیکن کوئی خدا کا بندہ اس بات پر غور ہرگز نہیں کرے گا۔ کہ
خدا نے اپنی خدائی میں ایک بے فرسا انسان کو اس جائگہ
اور صبر آزما دور ابتلا و آزمائش میں کیوں ڈالا؟ کیا وہ علیم
بنات الصدور نہیں تھا؟ کاش ہماری منتظر آنکھیں کبھی
دنیا میں پھرا جائے ملت کے لئے خلیل اللہ کی سنت و پیغام
اللہ کی طرفیت کا سین ایک بار دیکھیں۔

ع خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشان کا

خریدارانِ شمس الاسلام بوقتِ خط و کتابت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔
(پتھر)

بدمعہ سی آواز بھی کسی گوشے سے سنائی نہیں دیتی۔ تو اس وقت
ہر اُس انسان کا فرض ہوتا ہے، جس کے قلب کے کسی گوشہ میں
ایمان کی رانی برابر بھی چمک موجود ہو کہ لوگوں کو حق و صداقت کی
طرف دعوت دینے میں وقت کا ایک ادنیٰ سانس، دقیقہ، ثانیہ
بھی ضائع نہ کرے اور زندگی کی تمام مشکلوں پر قابو پانے کے
لئے خون کا آخری قطرہ بھی راہِ خدا میں صرف کر دینے سے دریغ
نہ کرے۔

در شانہ نگہ کرتا بصد شاخ نشد

دستش بسرے زلف نگارے نرسد

(۲) رہنمائی و دعوت الی الحق کی ابتدا سب سے پہلے
اپنے گھر سے کرنی چاہیے۔ واندس عشیرتک الاقرین۔
(۳) امر بالمعروف، ہدایت و ارشاد کا سب سے پہلا طریقہ
یہ ہے کہ مخالفین حق کو گالیاں دینے، بُرا بھلا کہنے، اُن کو ان کی
حالت پر چھوڑ دینے کی بجائے نہایت بردباری و تحمل کے ساتھ
دلائل و براہین کا ایک حصار کھینچ دینا چاہیے جس سے ہجر
خاموشی اور ہتھیار ڈال دینے کے کوئی راہ نجات نظر نہ آئے۔

(۴) اگر بات بڑھ جائے اور دلائل سے عاجز آئے ہوئے
جُبال و معاندین جان لینے پر اتر آئیں تو نہایت پامردی اور
استقلال کے ساتھ ثبات قدم رہنا چاہیے اور خوف و خطر
کو دل کے اندر راہ پانے کا کوئی راستہ نہ دینا ضروری ہے۔
خ سر بھی نذرانہ اگر یار کا ہو بہتر ہے۔

(۵) خدائے قدوس نے ابتدائی آفرینش سے لیکر آج تک
اپنے داعی الے الحق بندوں کی آڑے وقت میں کبھی مدت تک
نہیں کی۔ اور ایک نحیف و کمزور انسان کو جو مادی طاقتوں،
دنیاوی جاہ و جلال، اور مقادمت کے ساز و سامان سے
یکسر خالی نظر آتا ہے۔ دنیا کی زرد پوش، مضبوط، شان و شوکت
رکھنے والی حکومتوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کو ایک بے سروسامان
روحانی انسان کے سامنے جھکا دیا ہے۔ اور کفر و ضلالت کے

ارتداد اور اس کی سزا

مولوی غلام مرشد رضا کے اعتقادی تلوٹوں کا منظر

گزشتہ اشاعت میں مولوی غلام مرشد صاحب لاہوری کے اس مضمون کی پہلی قسط درج کی جا چکی ہے جس میں آپ نے ثابت کیا تھا کہ کلمہ کفر کہنے اور لکھنے اور ضروریات و قطعیات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کے انکار سے انسان اور مدعی اسلام کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کی دوسری قسط درج ذیل ہے جس میں مولوی صاحب صوف نے ثابت کیا ہے کہ ارتداد کی سزا شرفاً قتل ہے۔ مولوی صاحب نے یہ دونوں مضمون ۱۳۲۳ھ میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کی تردید میں لکھے تھے۔ (ص ۱۲۵)

مطلق ارتداد کی سزا | اسی طرح اگر کسی وجہ سے وہ بظاہر مانع اجراء احکام شرعیہ نہ ہوں، لیکن ان کی دلی خواہش ہو کہ اور لوگوں کو اپنے ہی ہم نوا بنادیں۔ تو ان کی سزا بھی ذکر فرمادی: "وَذَٰلَکُمْ تَکْفُرُ ۖ وَکَافِرُوۡنَ کَیۡدٌ وَّہُمۡ لَا یَکۡفُرُوۡنَ" (نساء رکوع ۱) لیکن چونکہ جماعت افراد سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے بعض دفعہ ان آیات کے تحت بلکہ تحت آیہ "وَمَا اَتَکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" (مشرک رکوع ۱) میں ہر ایک مرتد ہونے والے کا حکم فرمایا "مَنْ بَدَلَ دِیۡنَہٗ فَاَقۡتُلُوْہٗ" (بخاری ص ۱۳۳ موطا امام اکبر جلد ۱ ص ۱۲۵)

"لا جلس حتى ضرب عنقه قضاء الله ورسوله ثلثا فام به فقتل" (بخاری ص ۱۳۳)
"لا یحل دم امرئ مسلم یبہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدى ثلث الثیب الزانی والنفس

بالنفس والتاؤک لدينه المفارق للجماعة" (بخاری ص ۱۳۳ سلم جلد ۲ ص ۵۹ سنن عینی جلد ۱ ص ۵۹)

"ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعه فان عاد واکافرت عنقه" (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۲ زرقانی جلد ۳ ص ۱۹)
"وبالله عليه الصلوة والسلام يوم فتح مكة امر بقتل قوم ارتدوا" (زرقانی جلد ۳ ص ۱۹)

پس جس طرح ہتک حرمت مسلم سے قاتل مستحق قتل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرتد محض ارتداد اور ہتک حرمت علیہ کے باعث واجب القتل ہے۔

"وقد اجمع العلماء على قتل الرجل المرتد اذا لم يرجع الى الاسلام واصر على الكفر" (عینی جلد ۱ ص ۱۵)
"ومن خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فانه يستتاب فان تاب واکفرت" (موطا مالک جلد ۲ ص ۱۲)

"واستدل ابن المقصار باجماع السکوتی فی قصۃ انی موتی قال ابن دقیق العید الرجة سبب لا باحتدم المسلم بالاجام فی الرجل بحديث من بدل دینه - قال النووی يجب قتله ان لم يرجع الى الاسلام والحصر فہین يجب قتله عینا لا لعلہ الحارجۃ" (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۱۹۳-۱۹۴-۱۹۸)
"وانما المحکم فی المرتد وعبدۃ الاوثان الاسلام واد القتل کتاب الحجاج لابن یوسف" (ص ۱۲-۱۹ جامع الصغیر)
"وتقتل المرتدة لقتلک حرمة الملة السماویة نقوله علیه السلام من بدل دینه فاقتلوه واکلا تفقر باب هتک حرمة الملة" (حجۃ اللہ جلد ۱ ص ۱۳)

"القتل بعد الاستتابة عند الجمهور وعند اصحاب الظواهر قبل الاستتابة وعلیه یدل اقرض البخاری فانه استدال بالآیات التي کاذکرفیہا للاستتابة والتي فیہا ان التوبة لا تنفع وبعجوم قوله من بدل دینه فاقتلوه وبقصة معاذ" (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۱)

”واذا اتد المسلم من عليه الاسلام فان اسلمه والا قتل مكاذا اصل في وجوب قتل المرتدين قوله تعالى تقاولوهم اويسلمون وقوله عليه السلام من بدل دينه فاقتلوه وقتل المرتد على ردة مروي عن علي وابن مسعود ومعاذ وغيرهم من الصحابة رضي الله تعالى عنهم فلا يقبل منهم الا الاسلام او التيق“ (مبسوط جلد ۱۰ ص ۸)

”وكذلك الشيخ واصحاب الصوامع والرهبان يقتلون بعد الرد ولا يقتلون في الكفر الاصل ردوا لا عذار كالانفي والنز من كذلك“ (مبسوط جلد ۱ ص ۸)

”قال الشافعي ومن ارتد عن الاسلام الى اى كفر كان مولودا على الاسلام او اسلم ثم ارتد قتل“ (مختصر المزني جلد ۱ ص ۸) ولا تقتلوا النفس التي حرّم الله الا بالحق قال عليه السلام لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث كفر بعد ايمان او نرنا بعد احسان او قتل نفس بغير نفس“ (مختصر المزني جلد ۳ ص ۸)

”وليس لاحد المن عليه ولا شرك قتله كتاب الام“ (جلد ۵ ص ۸)

”ولا يترك مجال حتى يسلموا ويقتل كتاب الام“ (جلد ۵ ص ۸) ”ويقتل المريض المرتد عن الاسلام والعبد والامة والمكاتب وام الولد والشيخ الفاني اذا كانوا يعقلون ولم يتولوا“ (كتاب الام جلد ۵ ص ۸)

ایک حدیث کی حیرت انگیز تشریح | مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث صحیحین

”لا يحل دم امرئ“ الخ میں حضور علیہ السلام نے دو لفظ فرماتے ہیں ”دین اسلام چھوڑنے والا اور مسلم قوم کو چھوڑ کر کفار کی حمایت کرنے والا“ جو ترک اسلام سے قتل کا حکم نہیں لگایا کچھ شک نہیں کہ صحیحین کی روایت میں دو لفظ ”التارك لدينه“ ”المفارق للجماعة“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں مگر دونوں لفظوں میں

تباين اور تفریق کی نسبت نہیں بلکہ ان دونوں کا آپس میں تعلق ہے جو ”الجسم الطویل“ ”العرض العریق“ میں ”الجسم الطویل العرض العریق“ کا ساوی ہے اور پچھلا مجموعہ پہلے کے لئے صفت کا شق ہے اور ”الا معی الذی یظن بك الظن کان قد رآی وقد سمعاً“ میں پہلا ”الا معی“ پچھلے کا موصوف اور پچھلا پہلے کے لئے صفت کا شق ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسمعی نے یہ شعر پڑھ دیا تھا۔ جب اس سے ”المعی“ کی بابت استفسار کیا گیا اور اللہ پاک کا کلام ”ان الانسان خلق هلوعاً اذا مسه الشر جزوعاً“ (سورہ مارجہ رکوع ۱۷) میں لفظ ”هلوع“ سے پچھلا لفظ ”اذا مسه الشر جزوعاً“ الخ لفظ ”هلوع“ کی تفسیر اور صفت کا شق اور اس الدابر کان یوما عظیماً“ میں لفظ ”اس“ موصوف اور ”دابر“ اس کی صفت ہو کر ہے۔ یعنی المفارق للجماعة ”التارك لدينه“ کی صفت کا شق یا ہو کر ہے جیسا کہ اس حدیث میں لفظ ”سلم“ یشہد ان لا اله الا الله والفر رسول الله“ جملہ فعلیہ اسم نکرہ مسلم کی صفت کا شق ہے ”فخی صفة التنازل لدينه لا صفة مستقلة والا لكانت الخصمال اربعا وهو كقوله قبل ذلك مسلم یشہد ان لا اله الا الله الخ“ فاختصفت مفسرة لقوله مسلم فليست قيداً أفيد اذا لا يكون مسلماً الا بذلك ويؤيد ما قلت انه وقع في حديث عثمان او كفر بعد اسلام“ (اخرجه النسائي جلد ۱ ص ۸) ”وفي لفظ له صحيح ايضاً وقد بعد اسلاصه وله من طريق

عمر وبن غالب عن عائشة او كفر بعد ما اسلمه وفي حديث ابن عباس عند النسائي مرتد بعد ايمان قال القرطبي في المفهم المفارق للجماعة لغت للتارك لدينه لا نذا ارتد فارق جماعة المسلمين۔ قال البيضاوي انها صفة مؤكدة“ (فتح الباري بالاخص جلد ۱ ص ۸) شرح صحيح مسلم للنسوي جلد ۱ ص ۸

تیس مطلب یہ ہوا کہ ترک دین سے جماعت اسلامیہ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ یا جماعت اسلامیہ سے ضروریات دین میں علیحدہ ہونے والا ہے دین اور مرتد ہو جائے گا جیسا کہ جس چیز میں طول و عرض و عمق ہو وہ جسم کہلاتے گی۔ یا جسم وہی ہوگا جس

”المفادق للجماعة“ کو اس عبارت ”مسلم قوم کو چھوڑ کر کفار کی حمایت کرنے والا“ کا عنوان کیوں بنایا کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی میں کفار کی ایسی جماعت موجود تھی جو غیر جانبدار تھی۔
 ”او جاؤ دیکھ حضرت صد و ستر ہزار بقاتلو گھراؤ
 بقاتلو قومہم“ (نساء رکوع ۷۷)

خصوصاً جبکہ اُوراحادیث صحیحہ اور اشارات آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفس ارتداد کو علت قتل مرتد قرار دینا جیسا کہ مشرعی کا آیہ فتح رکوع ۷ اور حدیث ”من بدل دینہ اسے ستملال کرنا اور بخاری کا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استدلال کرنا اور امام شافعی کا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استدلال فرمنا اور اسی حدیث سے امام مالک کا استدلال فرمنا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کا استدلال حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پیش کرنا اور ابن دینار حدیث کا اتفاق علماء کا متسل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پیش کرنا یا کور ہو چکا۔ کیوں نہ ہو۔ عموماً اس قسم کی شرطیں لسان شریعت میں علت ہوتی ہیں ”فمن کان منکم ھریضاً وعلی سفر فعدۃ من ایتام اخر فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی لان مثل هذا فی لسان صاحب الشرع لبيان العلة فمن شهد منكم الشهر فليصمه وتحقق التبديل“ (بسط جلد ۱) ہاں یہ ضرور نص کر دی کہ اس حکم کا اجرا امام مسلم کے متعلق ہے لہذا ہندوستان وغیرہ میں جہاں بادشاہ مسلم موجود نہ ہو ”اجراء حکم“ مرتد کا سوال ممنوع ہے۔

رموز مصلحت خویش خسرواں دانند
 گدائے گوشہ نشینی تو حافظاً محروشن!

”وقتل المرتد مطلقاً الی الامام عند عامة اهل العلم الا عند الشافعی رضی اللہ عنہ فی وجہ فی العبد الی سیدہ“ (فتح القدیر جلد ۳) نتیجہ یہ ہے کہ افغانستان میں حکم عدالت شرعیہ قادیانی کا قتل یا سنگسار کیا جانا قرآن اور حدیث اور فقہ کے موافق ہے۔ واللہ اعلم وعندہ علماء الکتاب والسلام علی من اتبع الھدی۔ (منقول از روزنامہ ”زمیندار“ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۷ء)

میں صفات ثلاثہ پائے جائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض نے اس صفت میں بطریق العموم خوارج وغیرہ کے ادخال کے لئے عموم تسلیم کیا ہے۔ ”المفادق للجماعة یتناول کل خارج عن الجماعة ببدعتہ او بغی کالمز افض وغیرہم“ (نوی جلد ۱) ”غیرانہ یتحقق بہ کل من خرج عن الجماعة وان لم يرتد کمن یمتنع من اقامة الحد علیہ اذا وجب یقاتل علی ذلک کاهل البغی وکقطاع الطریق والمحادین من الخراج وغیرہم فیتناولہم لفظ المفادق للجماعة بطریق العموم ولو لم یکن ذلک لمریضہ الحصر“ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۱) ”هو عام فی کل مرتد وخارج عن الجماعة ببدعتہ او بغی او غیرہما“ (مجمع البحار جلد ۱ ص ۱۱۱)

لیکن اول تو وجہ ادخال مکرور ہے کیونکہ خوارج وغیرہ کا قتل عینی نہیں، بلکہ دفع محاربہ کے لئے ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے جس قتل کا حصر فرمایا ہے وہ قتل عینی کے متعلق ہے۔ اہل علم سے یہ فرق مخفی نہیں اور کتب فقہ میں قتل خوارج اور مرتدین میں بہت وجوہ سے فرق مشرح ہے۔

”والتحقیق فی جواب ذلک فیمن یجب قتله عینا واما من ذکرہ فان قتل الواحد منهم انما یباح اذا وقع حال المحاربة والمقاتلة“ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۱) سوم بالفرض وصف کا عموم جو انکشاف کا مانع نہیں کیونکہ تعریف بالانتم متقدمین کے نزدیک جائز ہے۔ اس امر کا مقتضی تو ہرگز نہیں کہ محض ”التارک لدینہ“ کی سزا قتل نہ ہو، بلکہ الٹا وصف کا عموم مرتد کی سزائے قتل کا مقتضی اور موجب ہو گا کیونکہ خاص کے ضمن میں عام موجود ہوتا یعنی ہر تارک لدینہ مفادق للجماعة ہے۔ یا ہر مرتد جماعت اسلامیہ کا چھوڑنے والا ہے۔ ہاں ہر جماعت اسلامیہ کا چھوڑنے والا مرتد نہیں ہوتا۔ (کما لا یخفی علی اهل العلم) نہ معلوم مولوی صاحب نے کس بنا پر یہ فیصلہ فرمایا کہ محض تارک اسلام کے لئے قتل کا حکم اس حدیث نے نہیں لگایا۔ اور نتیجہ میں بالکل الٹا کر دیا اور حضور کے اس ارشاد

مغربی تہذیب اسلامی تہذیب

راہ جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل خطیب جامع مسجد
شکر درہ ضلع کوہاٹ

حضرت خاتم النبیین صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمودہ علامات و امارات کی بناء پر قیامت کا زمانہ قریب تر
معلوم ہو رہا ہے حضور کا ارشاد ہے:-

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَرْفَحَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ
وَيَكْثُرَ الزُّنَا وَيَكْثُرَ شَرُّ الْخَمْرِ

ترجمہ: قیامت سے پہلے آنے والی نشانیوں میں سے یہ بھی
ہے کہ علم دین اٹھایا جائے گا، جہالت کی کثرت ہوگی، زنا کاری اور
شراب نوشی بڑھے گی

آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ علم دین اور اس کے حاملین کی قدر و ثروت
لوگوں کے قلوب سے مٹتی جا رہی ہے۔ لیکن یقیناً العلم قبض
العلماء۔ عالمان دین اور خادمان ملت کی وفات کے بعد ان کی
جگہ خدمت ملت و دین کے سنبھالنے کے لئے ان کے طریقہ کو اختیار
کرنے والے کم نظر آتے ہیں اور اسی بے توجہی اور تعلم بغیر الدین
کا وہ بدترین انجام ہی آپ مشاہدہ کر رہے ہیں جس کے متعلق حضور
کا ارشاد ہے:-

”سَتَحْتِ إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤَسَاءَهُمْ لَا فُسْلًا
فَاذْهَبُوا بَعْدَ ذَلِكَ فَعُتِلُوا“ (متفق علیہ) (جہالت
بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جائے گی کہ کوئی عالم دین باقی نہ رہ
جائے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو سردار تسلیم کریں گے اور ان سے پوچھ
جائے گا تو وہ بغیر علم اور سمجھ کے فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہونگے
اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)

آپ دیکھتے ہیں کہ جہالت اور احکام دین اور زور و عقائد
سے ناواقف نئی نسل میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور یککثر
الجهل کا نقشہ سامنے آ رہا ہے۔ آج مسلمانوں کی جماعت کی

سرداری جاہل طبقہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ دین کے ہر شعبہ سے
تا بلدا اور قانون اسلام کی ہر دفعہ سے انجان اور حضور مدینہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی سیرت و صورت کی پیروی سے بالکل بیگناہ آج ہر جگہ
اس کی قوم کا رہنما، لیڈر، قائد، امیر، زعمیم اور سب کچھ دیکھیں گے یہ
انہیں کے اشاروں پر شریعت مقدسہ کے خلاف، اسلامی مقاصد
و اغراض کے سراسر منافی، اور مذہبی اصولوں سے قطعاً متضاد تحریکیں
اٹھتی ہیں اور عوام الناس ان کو صحیح سمجھ کر قربانیاں پیش کرتے ہیں
مگر ان کی ہر روش تعلیمات الہی پر مبنی نہ ہونے کی وجہ سے مذہب
کے لئے سخت ترین مضر ثابت ہوتی ہے اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں
اور بہت سے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ خود بھی ڈوب کر ہلاک
ہوتے ہیں اور قوم کی کشتی کو بھی دائمی ہلاکت کے بھنور میں
لے جا کر ڈبو دیتے ہیں۔ آپ شب و روز اسی چیز کو اپنی آنکھوں کے
سامنے دیکھ رہے ہیں، پھر بتائیے کہ قیامت کے انتظار میں کیا
چیز حائل ہو سکتی ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
”إِذَا وَتَّيَدَ الْآخِرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ“
رجب نااہل کو کسی امر کا اختیار سونپا جائے تو پھر قیامت کا
انتظار کرنا)

کیا یککثر الزنا کا مصداق متحقق نہیں؟ دیکھیے بدکاری
اور فحاش کا بازار کس قدر گرم ہے۔ حکومت اور اراکین حکومت رینڈ
کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ برسرِ ازار قحبہ خانوں کی اجازت ہے
بدعاشوں اور لفظوں کے لئے صلوات عام ہے ”یہاں دجون تھا ج
الحکم“ کی پیشین گوئی میں کیا کچھ کسر رہ گئی ہے؟ تھیر، سینما، کلب
بے حیائی کے مراکز، مذہب رنگ میں قائم کئے گئے ہیں۔ ہر لاکھوں
کی رقم عیاشیوں کی نذر ہوتی جا رہی ہے دیوانی اور دوسرے
تہواروں کے موقع پر خود ہندو اخبارات کی روایات کی بناء پر کیا
کچھ نہیں ہوتا؟ سرور کو نین صلا اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری
حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے ”ظہورت المعاذف والقینات“
یعنی رنگ و سرود کے سامان اور ناچنے گانے والیوں کا کثرت سے
”سَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسْقَهُمْ“ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ“

ظہور ہوگا۔ آپ یہ بھی تو دیکھتے ہیں۔ نہچ رنگ، رقص و سرود کی مغل ہر جگہ خوب گرم ہے۔ کوئی گھر گراموفون اور ہارمونیم سے خالی نہیں، بلکہ اسی کو موجودہ تہذیب کا ایک لاینفک جز سمجھا جا رہا ہے۔ دکان کی زینت بھی اگر ہوتی ہے تو گراموفون اور ریڈیو سے۔ کسی شہر کا بازار اور بازار کی کوئی دکان ان مزامیر املیس سے خالی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو اس صدی کے گاہک اسی چیز کے عاشق ہیں اور کیوں نہ ہو، جب مغلس اور جھوکی ہندوستانی قوم کے گارڈے پیسنے کی کمائی ریڈیو کے ذریعے ریڈیوں اور قوالوں، خوش گلو غزل خوانوں اور باجوں گاجوں پر بے دریغ خرچ کی جا رہی ہو۔ اور حکومت ہی الزام ہر بانی دیہات سدھار اور تہذیب پھیلانے کے نام سے گھر گھر تفریح و دلچسپی کا یہ سامان پہنچانے کی زحمت فرما رہی ہو۔ اور "الناس علیٰ دین ملوکہ" تو ہے ہی۔ یکثو الخمو" اور ایک دوسری روایت "شربت الخمر" کی صداقت کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ شراب خوری اور نشہ بازی کا چرچا کس قدر عام ہو رہا ہے۔ شراب کی بوتل بھی فیشن میں داخل ہے۔ مغرب کے زہریلے جراثیم جو مغربی تعلیم کے ذریعے نوجوانوں کے دماغوں میں پہنچ گئے ہیں ایک "بوتل" پئے بغیر چین سے کب بیٹھنے دیتے ہیں۔ حضور کا ارشاد حرف بحرف پورا ہو رہا ہے۔ "لینشربن ناس من امتی الخمر سیمونھا بخیر اسمہا" (میری امت کے کچھ لوگ شراب پیئیں گے اور ایک دوسرا نام رکھ کر پیئیں گے) دوسری حدیث ہے "لیکون من امتی اقوام یستحلون الخمر والحمر یرد الخمر والمعاف" (میری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں گے جو رشیم اور شراب اور راگ و سرود کو حلال سمجھیں گے) مختلف عنوانوں سے شراب نوشی کا مشغلہ جاری ہے اور نام کی تبدیلی کر کے ام النجاشہ کو استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ سود خوری اور قمار بازی بھی کچھ اس طرح عام ہو گئی ہے کہ گویا ذہنوں سے ان کی حرمت و نجاست اور "رجس من عمل الشیطان" ہونے کا نقشہ بھی مٹ گیا ہے۔ آج میرے

عہ پر گویا ادلیا و کرام کے مقدس شارات بڑی قوالی کے نام سے دفعی مردود کی محفلیں سجادہ نشینوں کی سرپرستی میں گرم رہتی ہیں۔

کمپنیوں، جنکوں، لائبریریوں، مہتموں کی شکل میں دلیرانہ طور سے نوجوانی اور سود خوری دن و ہاڑے ہو رہی ہے اور محجب یہ کہ انشورنس اور بینک کے ساتھ "مسلم" کا لفظ لکھتے دیتے بھی کچھ شرم محسوس نہیں کی جاتی۔ بلکہ علی الاعلان اس اجتماع فحشین کی جرأت کیسے کی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے "مقدس" حضرات کے اسماء گرامی ان کے سر پرستوں کی فہرست میں نظر آ رہے ہیں۔ اداان کے تائیدی بیانات ان کمپنیوں اور جنکوں کے پروپگنڈے کے لئے مسلم اخبارات میں شائع کئے جاتے ہیں (الزکوٰۃ مخرجاً) حضور کا ارشاد ہے کہ لوگ زکوٰۃ دنیا ایک تاوان سمجھیں گے۔ آپ غور کریں کہ آج کل مختلف قسم کی عیاشیوں، سنیاتوں، زندگیوں پر ہزاروں روپیہ برباد کیا جائے تو کچھ احساس ہی نہیں ہوتا۔ شادی اور دغم کی تقریبات پر بے جا روٹ و بدعات میں سینکڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا یا جاتے تو کچھ باک نہیں۔ کونسل یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبری کے لئے لوگوں کو رشوتیں دینے کھلانے پلانے میں تھیلیاں خالی ہوں تو خیر ہے کسی صاحب بہادر کی ٹی پارٹی اور گارڈن پارٹی میں بے دریغ رقم نذر آتش ہو، تو بے چینی کیا ہوتی، انوشی سے جھوٹے نہیں سماتا۔ مگر فرضیہ ج کی

ایسی اور بیت اللہ اور و حنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر رقم خرچ کرتے ہوئے دل گھبرا جاتا ہے۔ سال بھر میں صرف ایک دفعہ فرضیہ زکوٰۃ ادا کرنے کے ارادہ سے ایک روپیہ بھی جیب سے نکلنا عذاب عظیم معلوم ہو رہا ہے۔ خدا کے نام کسی مسکین اور یتیم کے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان طالب علم کو کھلانے پلانے کا کبھی دل میں خیال بھی نہیں گذرتا۔ کسی بزرگ اور عالم دین کی ملاقات اور اس کی دعوت کبھی اپنے لئے نایہ افتخار نہیں سمجھا جاتا۔ افسوس کہ اس پر بھی چودھویں صدی کے ایک "قاضی صاحب" کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اور انہیں موجودہ مسلمانوں سے یہ شکایت ہے کہ ہم نے مسجدیں بنانے اور ملاؤں کے پالنے کے سوا آج تک اور کچھ نہیں سیکھا۔

گو ناگوں فتنوں اور بے دینی کے متلاطم سیلابوں کا وہی عالم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "کفظم اللیل

ہوا: یا تو نیکم بالا حدیث مالمہ تسمعو اولا اباؤ کھ“
ہر از ہر سومانہ شخص جن کو آو کہیں روئی کا ٹکڑا ملازمت یا
دوسری شکل میں مہیا نہیں ہو سکتا۔ اپنے آپ کو میدانِ جہاد
کا شہسوار تصور کر کے جہاد مطلق بن جاتا ہے اور ظاہر ہے
کہ اپنے اجتہاد کے ثبوت کے لئے ضرور ایسی باتیں کرنی ہوئیں گی۔
جو عام مفسرین اسلام، حضراتِ محدثین، فقہاء و کرام، اولائے
مذاہب کے بالکل برخلاف ہوں۔ اور اپنے اجتہاد کو حق ثابت
کرنے کے لئے ان سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تجہیل
و تحقیر بھی اُسے ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا انہیں کو سنا،
بڑا بھلا کہنا شروع کر کے اپنی عاقبت خراب کر دیتے ہیں۔
اور ”لعن اخر هذه الامة اولها“ کی پیشین گوئی حرف
بحرف پوری ہو جاتی ہے۔

عدالت کی کرسیوں پر مسلمان بیٹھ کر
 حاکمِ انزل اللہ کے برخلاف احکام پر دستخط ثبت کر کے ان کا
 نفاذ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے دواؤں سے کونسلوں میں
 ممبر جاکر وہاں شریعتِ مقدسہ اور شائع دینی کے برخلاف
 بل پیش اور پاس کر دیتے ہیں۔ مسلمان ممبروں کی اکثریت
 سے "اسلامی وزارت" مرتب ہوتی ہے اور خود مسلمان وزرا
 کے ہاتھوں دین کی عمارت کی تخریب ہو جاتی ہے۔ غریبوں
 سے پیسہ پیسہ اکٹھا کر کے مسلمانوں سے صدقات و زکوٰۃ وصول
 کر کے "اسلامیہ ہائی سکول" "اسلامیہ کالج" اور "اسلامی یونیورسٹی"
 اور دیگر ادارے قائم کئے جاتے ہیں۔ وہاں جاکر نو بہا لایں
 قوم کی جو اخلاقی حالت ہو جاتی ہے۔ وہ کچھ محتاج تشریح نہیں۔
 الغرض روز بروز دنیا کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے
 اور جس قدر خیرات و تقویٰ سے نفع ہوتا جا رہا ہے۔ اسی قدر شرور
 و فتن بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور ایک انقلابِ عظیم دنیا
 ہوتا جا رہا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ذومعنی چالبازی، گندم نامی
 جو فریوٹی کا مظاہرہ بھی ہر جگہ خوب زور شور سے ہو رہا ہے۔
 یعنی آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض حضرات مسلمانوں کی سیاست

الظلم یبغی الرجل مؤمناً ویسی کافر ویسی کافر ویسی
مؤمناً یبغی دینہ بحر من الدنیا (کالی رات کے سیاہ
ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے۔ صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام
کو کافر اور شام کو کافر ہوگا اور پھر صبح کو ایماندار۔ اپنے دین کو
دنیا کے متاع چند روزہ کے بدلے فروخت کرتا ہوگا) اور نیز فرمایا
”اتقوا الفتق تقع خلال بیوتکم کوقع المطر“ (میں
دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں کے اندر بارش کے قطرہوں کی
طرح پے در پے فتنے پڑ رہے ہیں) دلوں پر دہریت لاندہریت
کا زنگ چڑھ رہا ہے۔ خدا سے عام بغاوت اور رسولِ عربی کی
نافرمانی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کفر من المقتن علی
القلوب کا الحصلی عوداً عوداً خای قلب اشراً ھما نکلت
فیہ نکلتہ سوداء (دلوں پر اس طرح پیہم فتنے پیش ہونگے
جاتے ہوں گے جس طرح چٹائی بچنے کے وقت تیلیاں ایک دوسرے
کے متصل ہی پے در پے رکھی جاتی ہیں۔ پھر جس
دل میں وہ فتنے رل رل گئے تو اسی میں سیاہ داغ پڑ جاتا ہے)
نئے نئے مدعی اور وجل و تبیس کے امام نئے نئے روپ میں
برساتی میند کوں کی طرح کل رہے ہیں ”انما اخاف علی
امتی الا ثمة المصلین“ اور ”ان بین یدی الساعة
کن ابین فاحذروہم“ کبھی نبوت کے دعویدار پیدا ہوکر
اسلام کے احکام کو منسوخ کرنے لگتے ہیں اور ختم نبوت کے
بنیادی عقیدہ کو جڑ سے اکھڑنا چاہتے ہیں۔ کبھی خود ستم
”علامہ“ امارت کے لباس میں نئی تفسیریں اور نئی تشریحیں
لیکرا لحاد و زندیق کی تبلیغ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جلوہ گر
ہوتے ہیں اور کبھی خوفِ خدا اور یومِ آخرت کی جواب دہی سے
بے ”نیاز“ ہو کر مٹھ پھٹ اور گستاخ بے ادب ”ادیب“
شیطانی نقش و نگار سے ظاہر پرستوں کو صراطِ مستقیم
سے ہٹانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں۔ اور وہ وہ عقیدے
پیش کئے جاتے ہیں جو ساڑھے تیرہ سو سال میں کسی مسلمان
نے نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ کوئی مدعی اسلام کبھی اس کا قائل

و قیادت کے بلند بانگ دعاوی لیکر اٹھتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی خیر خواہی مذہب کی حفاظت شعائر دین کی نگہبانی اور اسلامی تہذیب و تمدن کی پاس بانی کے واجب اجارہ دار ہیں ہی ہیں۔ سٹیج اور پریس کے ذریعے سے پروپیگنڈہ پر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی واحد نمائندگی اور ترجمانی کے حق کی اجارہ داری ہمیشہ کے لئے ہمارے ہی نام رجسٹرڈ ہو۔ مولوی بھی یہ ہوں اور مولانا بھی یہ، قاضی بھی یہ ہوں اور مفتی بھی۔ ان کے دارالافتاء یعنی کسی ہر بنگلہ کوٹھی سے صادر شدہ فتوے کے مقابلہ میں کسی مجرور نشین ملا صاحب کا فتوے چلنے نہ پائے۔ انہی کی تفسیر "قرآن حکیم کی آخری اور مکمل تشریح" ہو جس کے مقابلہ میں "ملا" کی پرانی تفسیریں اور "حاشیہ اکائی" کو "خرافات" کہا جائے۔ حدیث وہ قابل اعتماد اور صحیح ہے، جو ان "حضرات محدثین" کے ہاں صحت و قبول کا درجہ پائے۔ یعنی یہ اپنی "درایت" کے معیار پر جانچ کر صحیح تسلیم کر لیں۔ اور ان کی یہ محدود عقل بھی اس کے ماننے کے لئے تیار ہو۔ جو ان کے زعمِ باطل میں ہر اسلامی عقیدہ کی صداقت و حقانیت کی کسوٹی ہے۔ حجروں کے کونوں میں بھٹی پڑانی چٹائیوں پر بیٹھ کر تیل کے دھواں دھار مٹی کے چراغوں کی دیہی روشنی میں مطالعہ کرنے والے پرانے زمانہ کے "قیانوی" خیال والے محدث حقیقت کی اس تہ کو کب پہنچ سکتے ہیں۔ جو بڑی بڑی کوٹھیوں، فلک بوس بنگلوں میں کرسیوں، کوچوں، ادھو فوں و قالینوں پر تنگیاں گرجی کی روشنی میں نئے اور روشن دماغ حاصل کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانوں کی لیڈری اور اسلامی تہذیب کی حفاظت کا دم بھرنے والوں کی اپنی حالت کا ذرا جائزہ تو لیں۔ کہیں چوکیدار کی شکل میں صحیح چوکیداروں اور پہرہ دینے والوں سے بدظن کرنے والے خود چور نہ ہوں اور ہمارا امتاع ایمان ٹوٹ نہ لیں۔ ہمارا بکادھوکہ دیکر کہیں ریتیلے صحرا میں لے جا کر ترشنہ و نامراد مار نہ ڈالیں آخری زمانہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مصداق

کہیں یہ نہ ہوں اور ہم ان کی چرب زبانی کا شکار نہ ہو جائیں۔ فرماتے ہیں: "یخرج فی آخر الزمان رجال یتلون الدنیا بالذین یلبسون للناس جلود اصنام من اللین السنتم احلی من السکر و قلوبہم قلوب الذئاب ابی یفترون" ۴ علیٰ محتر و دن فبی حلفت لا یبعثون علی اولئک منهم فقتلہ تدع الحلیم فہم حیوان" داخیز زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو دین کو بیچ کر دنیا طلب کرتے ہوں گے۔ نرمی سے بظاہر بھڑکے نرم چمڑے اور ہتھتے ہوں گے۔ ان کی زبانی شکر سے بھی میٹھی ہو گئی، لیکن ان کے دل بھیزیوں کی طرح ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا وہ میرے ذلیل دینے پر مغرور ہو رہے ہیں یا میری مخالفت پر جرات کر رہے ہیں۔ میں اپنی ذات کی قسم کر کے کہتا ہوں کہ میں ان پر ایک ایسا فتنہ مسلط کروں گا کہ ان میں سے بڑے سے بڑے ہوشیار کو بھی حیران کر دے گا۔

یاد و سرا ارشاد ہے "دعا علی ابواب جہنم من اجابہم الیہا تذوہ فیہا قلت یا رسول اللہ صفہم لنا قال ہم من جلدہم تناء و یتکلمون بالستناء"

میں فی الحال اس بحث میں نہیں پڑتا کہ کانگریس جماعت یا کانگریس کے کارکن اسلامی تہذیب کو فساد کرنے کے درپے ہیں یا نہیں۔ یا وہ اپنی اس جدوجہد میں براہ راست کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں۔ نہ میں ان سب کی نیتوں اور ارادوں کی صفائی پیش کرتا ہوں۔ اور واقعی گاندھی، جواہر لال، سوبھاش سے مجھے اس بارے میں کچھ حسن ظن بھی نہیں ہے۔ لیکن میں انصاف سے کہتا ہوں کہ مجھے ان سے شکایت کرتا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ میرا فریضہ انکی شکایات کو کر کے، لوگوں کو ان کی برائیاں، جملہ جملہ کران سے بدظن کرنے اور ان کو سخت دشمن اسلام ثابت کرنے پر مبنی نہیں ہوتا۔ مجھے علمی طور پر یہ ثابت کرنا ہوگا۔ کہ میں ان کی تدبیروں کو اس طرح سے توڑ رہا ہوں میرے خیال میں اسلامی تہذیب و تمدن کے جس حصہ کو وہ فنا کرنا چاہتے ہوں، میں زیادہ شدت و تصلب سے اس کو باقی رکھنے کی کوشش کرونگا۔ میرا ان کو کوستا، ملامت

کرتا ہے جا اور نہایت تاذیبا کام ہے۔ اور میں اُن سے یہ توقع کیوں رکھوں کہ ہندوستان میں اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کے اصولوں کو وہ جاری کریں گے۔ مجھے اپنے مذہب کی فکر خود کرنی ہوگی۔ اگر مجھے اپنے اصولوں سے محبت ہے تو خود عامل ہو کر اور اس کی فطری خوبیاں لوگوں کو عملاً دکھلا کر سارے ہندوستان کو اپنالوں گا۔

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلامی اصول کو اپنے اوپر جاری کریں اور اُن تھک سچی اور پیہم جدوجہد سے کام لیکر سارے ہندوستان بھر میں اسی چیز کو پھیلائیں۔ مگر یہاں ہماری حالت کیا ہے کہ "اسلام اسلام" پکار رہے ہیں "اسلام خطرے میں ہے" کی آوازیں آرہی ہیں۔ مگر خود بڑے سے بڑا لیڈر مذہب کے اصولی عقائد سے قطعاً نا آشنا اور ارکان اسلام کی ادائیگی سے بالکل بے پروا نظر آتا ہے۔ سر سے لیکر پیر تک وہ لباس زیب تن ہے جس سے کسی طور سے بھی مسلمان کا انتزاع نہیں ہو سکتا۔ شکل و صورت وہ بنا رکھی ہے جس سے اسلامیت کو سوں دور ہے۔ صاحب "خلق عظیم" صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خلق بھی موجود نہیں۔ زبان وہ بول رہے ہیں جو نہ اسلامی کہلائی جاسکتی ہے نہ وطنی۔ آپ کو تو ہندی سے اس لئے دشمنی ہے کہ یہ ہندوستان کی مشترکہ زبان نہیں۔ سارے ہندوستان میں نہ بولی جارہی ہے نہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے پر اچین کہانی کی یاد تازہ ہو جائیگی۔ ہندو ہما بھارت رامن کو اور بھیم ورجن کے کارناموں کو پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مذہبی پیشواؤں، شریوں اور دیوتاؤں کی وقعت لوگوں کے دلوں پر بٹھانا مد نظر ہے۔ میں اس چیز کو بالکل صحیح تسلیم کرتا ہوں اور آپ کے ان ارشادات کی تائید کرتا ہوں۔ ہندی اور ہندوؤں کے بارے میں یہ نظریہ یقیناً سجا اور درست ہے۔ لیکن ذرا معاف فرمائیے مجھے آپ سے بھی حسن ظن نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ آپ جو الفاظ اس بارے میں زبان سے بول رہے ہیں۔ یہ دل کی ترجمانی

نہیں۔ یہ آپ کا نظریہ نہیں۔ مقصد کچھ اور ہے۔ صرف انہی ملع سازیلوں سے آپ اپنے ہتھیاروں کی تعداد بڑھا کر اپنے اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ غرض تو یہ ہے کہ ہندوستان میں ہندو مسلم منافرت بڑھتی جائے۔ باہمی کشاکش جاری رہے اور مہربان گورنمنٹ کو ذرا اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ پھر آپ فرمائیے کہ پھر آپ کو انگریزی زبان سے اس قدر انس و محبت کیل ہے۔ ذرا آپ بتائیے تو سہی۔ سارے ہندوستان کے گھربوزندگی میں یہ کہاں کہاں بولی جارہی ہے اور کہاں عام طور سے سمجھی جارہی ہے۔ اس کے استعمال سے صحابہ کرام اور تابعین عظام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کون سے مبارک دور کی یاد تازہ ہو جائے گی کس پیہم کس صحابی کس محدث کس عالم دین کس ولی اللہ کا تبرک سمجھ کر ہر جا و بے جا موقع و بے موقع یہ بیٹھی اور چاری "زبان بولی جائے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو از سر نو زندہ کرنے کے جذبہ کو اور رامن و ہما بھارت کیساتھ محبت و تعلق رکھنے کو آپ کیوں معیوب سمجھتے ہیں بلکہ حشم و عت کھول کر اپنی حالت پر افسوس کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ کے ہاتھوں میں قرآن مجید اور بخاری و مسلم نظر نہیں آتے۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ صحابہ و خلفاء راشدین جنی ٹھ انہم کے مطالعہ کرنے کی آپ کو فرصت نہیں۔ ہاں ہم شکسپیر کے ڈراموں اور دوسرے نادلوں کی قیمتی سنہری مجلدوں کو آپ کے ہاتھوں میں بھی دیکھتے ہیں اور گھر میں آپ کی الماریاں بھی اُن سے بھری پڑی ہیں۔ تاریخ انگلستان کے آپ حافظ ہیں اور شاہین انگلستان کے نسب نامے بھی آپ کو ازبر ہیں۔ آپ جھٹ فتوائے نہ لگائیے۔ خیر سے اتبومفی آپ بن گئے ہیں۔ دستا فضیلت آجکل زمانہ کے ہاتھوں آپ کے سر پر باندھی گئی ہے۔ مجھے "تنگ نظر" "دقیالوسی" کا خطاب نہ دیجئے۔ میں ہرگز تنگ نظری سے کام نہیں لیتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کسی لیے شخص سے بھی انگریزی نہ بولیں جو اس زبان کے سوا کوئی اور زبان جانتا نہیں۔ میں یہ بھی آپ سے نہیں کہتا کہ آپ انگریزی کتابوں

کسی ہندو سے یہ لفظ سن کر کس قدر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور جھٹ علماء کرام کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔

بھائی جان! آپ اگر غیرت اسلامی سے کام لیتے ہوں۔ واقعی اسلام کی خصوصیات اور قوی امتیازات کو زندہ و باقی رکھنے کی کچھ ترپ آپ کے سینوں میں موجود ہے۔ ملک و ملت کے غم میں ہم کی طرح شب و روز آپ گھٹلتے ہیں تو پھر غالی خلی باتوں سے کچھ نہیں بتنا۔ آپ بھی اپنی مذہبی زبان عربی کے اجزاء اور عام اشاعت کی کوشش شروع کیجیے۔ عربی جاننے والوں، علوم دینیہ عربیہ کے فاضلوں، عربی کتابوں اور رسالوں کو شائع کرنے والے اداروں اور کتب خانوں کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ عربی کے بہترین فاضل کو ہائی سکول کے معمولی شیجر کے مقابلے میں حقیر سمجھنے کے غم نہیہ کو آپ تبدیل کریں۔ ان کی قدر و منزلت اور توقیر و تعظیم اس درجہ تک کیجئے۔ کہ لوگ خود اس کی طرف ہٹل ہوں۔ اور اس مذہبی زبان اور دینی علوم کے سیکھنے کے لئے پروانہ دار خود بخود بے تاب ہو جائیں۔ آج کل یونیورسٹیوں میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سب مشرقی زبانوں اور خصوصاً عربی کی جو حالت ہو رہی ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن و حدیث کی طرف توجہ فرمائیے اور صحیح العقیدہ علماء کرام سے ان کو حاصل کیجئے۔ علماء کی قدر وانی کر کے مذہبی وقار کو قائم رکھئے اور آج سے بلا ضرورت انگریزی زبان کے استعمال کو طلاق دیجئے۔ اس کے بغیر تو آپ زندہ رہ سکتے ہیں۔ آپ کے گھر کے بھیدی حضرت اکبر مرحوم کا ارشاد تو یاد ہو گا۔

ہن میں روح آ جاتی ہے جب بے گوری رنگت سے تو بے انگلش پڑھے روزی ہی مل سکتی ہے نیٹو کو

ذرا چشم عبرت واکر کے دیجیئے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو اپنی مذہبی زبان کی حوصلہ افزائی میں کس قدر ہمت صرف ہے۔ صرف گاندھی اور سپہو رائے اس کے سر پرست نہیں بلکہ وہ آپ کے حریف و ہم پیالہ سر اور رائے بہادر ہندو بھی اس کو ہندوستان کی مشترکہ زبان بنانے میں جدوجہد کر رہے

اور رسائل کے مفید معلومات سے استفادہ چھوڑ دیں۔ اگرچہ آسانی علوم اور غذائی قانون سے ناواقف محض ہو کر اس طرف توجہ ہونا مسلمان کو زریب تو نہیں دیتا۔ مگر خیر حب آپ کو صرا ہے۔ شوق سے آپ صرف علمی خیال سے اس پیاس کو بجھاتے رہتے۔ ہاں میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسے شخص سے جو اردو فارسی اچھی طرح سمجھ رہا ہے، انگریزی بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ بھی آپ کی طرح ہندوستان ہی کے کسی گھرنے کے ایسے والدین کا چشم و چراغ ہے جو اردو یا اور کسی دیسی زبان کے بغیر کچھ جانتے ہی نہیں۔ سارا محلہ اور شہر انگریزی کا ایک حرف بھی نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ کبھی آپ کے اس طرز کو پسند کرتا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ اپنے دوسرے کا بجٹ بھائی سے مجمع میں بیٹھ کر انگریزی میں گفتگو فرما رہے ہیں۔ آپ کی جناتی زبان کو سن کر آپ کے ارد گرد بیٹھنے والے مسلمان بوڑھے جوان آپکا منہ تکتے اور حیران ہوتے ہیں۔ دل میں طرح طرح کے خیالات دوڑا رہے ہیں کہ آپ ان "جاہلوں" میں سے کس کس کی نسبت سامنے بیٹھ کر کے کر رہے ہیں۔ ان کی پریشانی اور متعجبانہ نگاہوں کو دیکھ کر آپ کا بے ڈھب قبضہ ان کو اردو بھی خسر مندہ کر دیتا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آداب مجلس کا یہ طریقہ سکھا رہے ہیں کہ "مجلس میں بیٹھ کر دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ کانچھوسی نہ کریں۔ کہ اس سے دوسروں کو حزن و ملال حاصل ہوگا" مگر آپ کو اس کی کیا پروا ہے پس آپ ایمان سے کہتے؟ کہ آپ سے موقع پر انگریزی زبان کے استعمال کا یہ بے پناہ شوق انگریزی زبان، انگریزیت، انگریزوں کے ساتھ قلبی عشق و محبت کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے اور میں جو آپ کو اسی چیز سے رکنے کی نصیحت کر کے صحیح اسلامی تہذیب اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سکھا رہا ہوں۔ تو میری تنگ نظری کہاں سے ہو گئی۔ ورنہ پھر آپ بھی ہندو کو اپنی مذہبی زبان ہندی کے استعمال کرنے پر ملامت کر کے تنگ نظر کیوں بن رہے ہیں۔ آپ کا انہیں ملامت کرنا اور روکنا تنگ نظری کہلائی بھی جاسکتی ہے۔ مگر آپ اپنے متعلق

فتنہ انکارِ حدیث

احادیث کی شرعی حیثیت

(از جناب مولانا امین صاحب افغانی)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے لیکر پچھلی صدی تک کے تمام مسلمان اس بات پر متفق رہے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد احادیث نبویؐ مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت کا منبع اور خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں۔ لیکن جہاں اس صدی میں بعض لوگوں نے مذہب کے دوسرے مسائل کو ملایا میٹ کرنے کی کوشش کی ہے، وہاں ایک گروہ اس قسم کا بھی پیدا ہوا ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ احادیث نبویؐ کو ذہبی حیثیت سے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود قرآن کریم ہر مذہبی امر کو کافی وضاحت سے بیان کرتا ہے اور وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے میں کسی معاون، کسی مددگار اور شریک کا محتاج نہیں۔ یہ زعم فاسدان لوگوں کے دل و دماغ پر اس طرح مسلط ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک احادیث نبویہؐ پر عمل کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کئے ہوئے دستور العمل پر چلنا راجح سے جھٹک جانے اور اسلام کی روشن تعلیمات سے دور ہو جانے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کھلم کھلا احادیث نبویہؐ کی تردید کرتے ہیں اور ہر ناجائز طریقہ سے اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھڑالیں۔

وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس قلعہ کو سر کر لیا تو پھر مسلمان من مانی تاویلوں کے گورکھ دہندے میں بھنس کر قرآن مجید کو خود بخود چھوڑ بیٹھیں گے۔ اور ایک دفعہ پھر ہندوستان کی زمین توحید کے نور سے خالی ہو جائے گی۔ اور مادر وطن کے یہ سپوت متحدہ قومیت کے خواب کی تعبیر اپنی آنکھوں سے

ہیں۔ اس کے بڑے سے بڑے بیرشر کو اس کی فکر لگی ہے۔ مگر آپ انٹرنیشنل ہو کر بھی عربی سے کچھ اس طرح روٹھ گئے ہیں کہ وہ کچھ سیکھنے کی کیا توفیق ہوگی۔ قرآن مجید کے ایک رکوع کی تلاوت بھی برسوں سے نہیں کی۔ بچپن میں پڑانے زمانے کے خیالات رکھنے والے تاریک دماغ والین نے اگر کچھ عرصہ ضائع کر کر مسجد کے میاں جی سے کچھ پڑھوایا تھا۔ وہ بھی بھول گئے۔

جو اہر لال لاندیہ ہو کر بھی اپنی دہوتی کو نہیں چھوڑتا۔ گاندھی جی سات سمندر پار لندن جا کر جارج پنجم سے ملاقات کرتے وقت بھی اپنے لباس اور ادضاع و اطہار میں فرق نہیں آنے دیتا۔ مگر اسلامی تہذیب و روایات کے محافظ اور قومی قیادت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنا فون بھانے کے لئے تیار ہونے والے لنگی اور پاجامہ میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ اور کوٹ و پتلون کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ اپنے شہر میں کسی دوست سے باؤچی مکشرف صاحب سے بیٹ اور لنگائی کے بغیر وہ نہیں مل سکتے۔ ہاں کارو مفلر ہیٹ و پتلون، کرزن فیشن کے بغیر اسلام اور مسلمانوں کی واحد نمائندگی ہو سکتی ہے؟

الغرض جب تک ہمارے لیڈر اور نمائندے خود اپنی پہلا نہ کریں اور اسلامی اہول پر خود کار بند نہ ہوں۔ اسلامی وضع اور لباس و طرز معاشرت کو خود اختیار نہ کریں اس وقت تک صرف تو کوئی بڑا بھلا کہنے سے نہ اسلامی اور ملکی زبان زندہ رہ سکتی ہے۔ اور نہ قومی امتیازات و خصوصیات مننے اور نہ ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہندی سے صرف آپ کی عداوت ہندوؤں کی منظم کوششوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر آپ خود عملی میدان میں نہ آ سکتے ہوں تو مذہب کے تحفظ اور اسلامیت کے مفاد کے لئے سعی کرنے کے دعاوی یقیناً جھوٹے ہیں اور تیش لیکر خود شجر اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے والا محافظ نہیں کہلا سکتا۔ ع دشمن نے بدن و ہمرنگ مٹاں زلیستن۔ دور لگی اور نہ نفقت کہلاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

دیکھ لیں گے۔ "يُؤَيِّدُ وَتَ أَنْ تُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِكُمْ
وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"
میں نے اس فرقہ کے ذمہ دار

انکارِ حدیث کی اصل وجہ

حضرات سے اس بارہ میں گفتگو کی ہے۔ اور گفتگوں اُن کے ساتھ بیٹھ کر سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں کہ ان لوگوں کا نظریہ کیا ہے اور چاہتے کیا ہیں۔ اصل بات جو میں نے سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ مذہبی پابندیوں اور شرعی قیود سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور ان احکام کو ماننے کے لئے تیار نہیں جو بتفصیل تمام احادیث میں مذکور ہیں۔ اس لئے چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی چلتی گاڑی کا ایک پہنیہ (احادیث) توڑ دیں۔ دوسرا پہنیہ خود بنجو بیکار ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو کر آزادی سے زندگی کے دن بسر کریں گے۔ "قَدْ بَدَأَ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْثَرُ"

ایک مبصر کی رائے

ایک دفعہ میں کیمبرج کے ایک مشہور فاضل سے گفتگو کر رہا تھا مرزا صاحب کی نبوت کا تذکرہ شروع ہوا تو اُس فاضل نے کہا کہ نبوت کا دعوائے کرنے سے مرزا صاحب کا مقصد اصل یہ تھا کہ وہ خود نبی مگر نبوت کی اہمیت لوگوں کی نظروں میں گھٹاویں۔ اس طرح آہستہ آہستہ خود مذہب کی اہمیت گھٹ جائے گی۔ اور فلسفیانہ مذاہب (دہریت و زندقہ) کے لئے رستہ کھل جائے گا۔ لیکن مرزا صاحب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو رستہ اختیار کیا۔ وہ عاقبت اندیشی پر مبنی نہیں تھا۔ اس لئے ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں نے فوراً ان کو جہات سے الگ کر دیا۔ اور اس کے متبعین ایک حقیر سی اقلیت بن کر رہ گئے۔ ان فلاں صاحب (۱۱۴۱ھ اہل قرآن) نے نفسیات کے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جہات کے عقائد دیر میں نہ اور تدریجی طور پر بدلتے ہیں۔ اس لئے

جب انہوں نے دیکھا کہ کب لوگ فقہ کی بندش سے تقریباً آزاد ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے احادیث پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ اور جب کچھ دنوں میں یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا۔ تو وہ جمع و تدوین قرآن میں بھی رخنے لگانے شروع کر دیں گے اور جب تک لوگوں کو اس عیاری کا پتہ چلے گا۔ وہ عوام اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ کو اس قدر مسموم کر چکے ہوں گے کہ اس کا تدارک کسی سے بھی نہ ہو سکے گا۔ "يُخَذُّ عَوْنُ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخُذُّ عَوْنُ آلِهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَمَا يَسْعُرُ وَتَ"

جماعت اہل قرآن

نافرین غالباً یہ سمجھتے ہوں گے کہ اہل قرآن کسی خاص جماعت کا نام ہے جن کا مذہبی نظریہ ایک ہے اور وہ کسی خاص عقیدہ کو ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ ان میں کا ہر ایک شخص خود امام اور مجتہد ہے۔ اس کو کسی دوسرے کی تقلید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تعلیم نام ہے پابندی کا۔ اور اسی پابندی سے بھاگنے کے لئے تو یہ سارا کھیل بھلا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ایک دوسرے کی بالکل نہیں سمجھتے۔ ہر شخص قرآن مجید کو جس طرح سمجھتا ہے۔ اسی طرح اس پر عمل کرنے کا دعوائے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی جماعت موجود نہیں ہے۔ "تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ"

انکارِ حدیث

یہی وجہ ہے کہ انکارِ حدیث کے بارے میں بھی ان کا نظریہ ایک نہیں ہے۔ بعض تو سرے سے حدیث کو قابل استدلال ہی نہیں سمجھتے۔ بعض صرف اس کو تاریخی حیثیت دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اصولاً حدیث سے مذہبی مسائل کے بارے میں استناد درست ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ احادیث کی تدوین بہت بعد میں ہوئی ہے اس لئے ہم کسی حدیث کے متعلق وثوق سے نہیں کر سکتے۔

کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے۔ گویا وہ لوگ چند ایک ضعیف یا موضوع روایتوں کی وجہ سے احادیث کے تمام ذخیرہ کو نظر انداز کرتے ہیں ”کثرت کلمۃ حق من افواہیہ“

اگر ہم ان میں سے ہر ایک نظریہ کی الگ الگ تردید شروع کر دیں۔ تو بحث لمبی ہو جائے گی۔ اور غالباً اس کا نتیجہ بھی کچھ نہیں نکلے گا۔ اس لئے ہم ذیل میں لوگوں کے باہمی اختلافات سے قطع نظر کر کے صرف عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے حدیث کی مذہبی حیثیت کو پیش کرتے ہیں۔

ضرورت حدیث از روئے قرآن (۱) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی

کتاب ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کی وساطت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پینیس سال کے عرصہ میں نازل ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس کتاب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک چٹھی رسالہ کی تھی جس کا کام مکتوب کے مضمون سے واقفیت حاصل کئے بغیر اس کو مکتوب الیہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ یا یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل ہوئی تھی کہ آپ اسے دوسروں کو سکھائیں، پڑھائیں اور سمجھائیں۔ ظاہر ہے کہ آپ حامل قرآن ہونے کے ساتھ معلم قرآن بھی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“

لوگنا ایہ حکمت سکھاتا ہے

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آئین سنائیں اور ان کو قرآن کی باقاعدہ تعلیم دیں تعلیم دیتے

وقت آپ یقیناً آیات کی تشریح اور توضیح کے لئے اپنی طرف سے کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ کسی مجمل آیت کی تفصیل بیان کریں گے۔ کسی عام حکم کی تخصیص کریں گے کسی مطلق کی تفسیر کریں گے۔ کسی عمل کا مفصل طریقہ بتائیں گے اور وہ ارشادات فہم قرآن کے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہونگے آپ کے انہی ارشادات کو ہم حدیث کہتے ہیں۔ اور ان کو اس وجہ سے مذہب کا دوسرا رکن سمجھتے ہیں کہ ان کے ذریعے قرآن کریم کی مختصر آیتوں کی تفسیر ہوتی ہے اور مسلمان زندہ و عمر کی سنگھڑت مادیوں سے بچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہتے ہیں۔

(۲) تمبیہ) یاد رہے کہ جو شخص اس آیت پر اہل ان کتابہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم قرآن تسلیم کر لے۔ وہ کسی طرح احادیث کی مذہبی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ (۳) اس امر پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہمارا تعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اس قدر نہیں ہے کہ آپ حامل قرآن تھے۔ بلکہ اگر ہم مسلمان کامل بننا چاہیں تو ہمیں اپنی دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کی پیروی کرنی پڑیگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا“

اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ اخلاق، طرز معاشرت، ملکی معاملات، اور قلبی اعمال وغیرہ سب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی پیروی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کا یہ بیش بہا ذخیرہ مسلمانوں کو کہاں سے ملیگا۔ آپ کی زندگی کے مفصل حالات کہاں سے دستیاب ہوں گے؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ کتب حدیث سے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم

کی اس آیت پر ایمان لانے والے لوگ مجبور ہیں۔ کہ احادیث نبویہ پر عمل کریں اور ان کو مشعل راہ بنا کر منزل مقصود تک رسائی حاصل کریں۔

(۳) قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اور اپنی جامعیت کی وجہ سے تشریح اور توضیح کو مقتضی ہے۔ وہ توضیح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں یا کوئی اور، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن توضیح اور بیان کو مقتضی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے:-

”لَا تَحْتَرِكْ يَدَاكَ لِيَسْأَلَكَ النَّاسُ عَنْكَ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّ عَلَيْنَا مِثْلَ النِّجْمِ“ (اے نبی! تم قرآن پڑھنے میں ہلچل نہ کرنا تاکہ لوگ اس پر سوال نہ کر سکیں اور نہ ہی غم کھائے۔ اور ہم جیسے ستارے ہیں۔) (سورہ ابراہیم: ۲۴)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی قرأت، جمع و تدوین اور بیان کا خود ذمہ لیا ہے۔ اگر اس ذمہ داری کا ظہور اس طرح ہوا کہ قرآن کریم کی قرأت اور تدوین آں حضرت نے فرمائی۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مطالب کا بیان کون کرے گا۔ کیا اس کام کے لئے ہمیں کسی اور کے درجہ دستک دینی پڑے گی؟ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ فہم قرآن کے لئے احادیث نبویہ کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ آپ معلم اور مہتمم تھے اور آپ نے قرآن کے جو رموز بیان کئے ہیں۔ وہ سب

کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ”وَنَزَّلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ“ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور اسی پیروی کو حب الہی اور نجات کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ“ اُن سے کہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو فاتبعونی محبت اللہ دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو

يُحِبُّونَ لَكُمْ ذِكْرَكَ“ (اے اللہ تم سے خوش ہوا کہ تمہارا ذکر تمہارے لئے کیا منکرین حدیث یہ بتا سکتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سے انکار کرنے کے باوجود بھی آپ کی پیروی کی جاسکتی ہے اور کیا اتباع کے معنی یہی ہیں کہ آپ کی ہر بات اور آپ کا ہر عمل مٹروک قرار دیا جائے؟

خلاصہ

قرآن کریم میں اس قسم کی آیتیں بہت کافی ہیں جن میں مسلمانوں کو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ یہ تخصیص نہیں ہے کہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد فقط اس پر نازل شدہ آسمانی کتاب کو ماننا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں نے ہر زمانہ میں حدیث و سنت کی مذہبی قدر و قیمت کو محسوس کر کے ان کی خدمت کی ہے۔ اور مسلمانوں کو ایک روشن اور سیدھے راستہ پر ڈال کر منصب وراثت نبوت کا حق ادا کیا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر اس صدی تک باوجودیکہ مسلمان بہت سے فرقوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ لیکن استناد حدیث سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ تمام علماء، صلحاء، مجتہدین، ائمہ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابرار قرآن کریم کے بعد احادیث نبویہ سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ بلکہ کسی سنی، کسی شیعہ، کسی خارجی، کسی ناصبی، کسی ظاہری، کسی باطنی نے کبھی حدیث کے حجت شرعی ہونے کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور جن اسلاف کے متعلق یہ پردہ پیکند کیا جا رہا ہے کہ وہ حدیث کو حجت شرعی نہیں مانتے تھے۔ یہ صرف ان لوگوں کے نفس کا دھوکہ ہے۔ ورنہ احادیث کا حجت شرعی ہونا ایک ایسا واضح سلسلہ ہے جس پر تمام دنیا سے اسلام کا ہمیشہ اجماع رہا ہے۔

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس تیرہ سو

سال کے اندر تمام دنیا میں جتنے بھی مسلمان ہو گزرے ہیں وہ سب سب حدیث و سنت کو حجت اور مانتے رہے ہیں

ظاہر کر کے ان کو شرک اور تحریف کے گناہوں سے بچا کر راہ حق پر لا ڈالا (معاذ اللہ)

انکارِ حدیث اور قرآن | (آ) ظاہر ہے کہ قرآن مجید تورات کی طرح بیک وقت

نازل نہیں ہوا۔ بلکہ تیس سال کے عرصہ میں موقع اور ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ کبھی ایک واقعہ پیش آ جاتا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قطعی حکم نازل ہو جاتا۔ کبھی کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا۔ تو اس کا جواب حضرت جبریلؑ لے آتے۔ سو جب تک اس واقعہ کو مفصل طور پر نہ سمجھا جائے۔ یا اس سوال کو پیش نظر رکھا جائے، قرآن کریم کا حکم ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لئے کہ قرآن کی متعلقہ آیت ان واقعات یا سوالات کے بارہ میں انفرادی کے آخری فیصلہ کی طرح ہوتی ہے۔ جس کا سمجھنا مقدمہ مذکورہ کے سارے مسئلہ کو سمجھنے پر موقوف ہے۔ اس سوال اور واقعہ کی تفصیل احادیث ہی سے مل سکتی ہے۔ اس لئے فہم قرآن کے لئے احادیث کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے۔

(۲) کبھی قرآن مجید ایک کام کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اس کے کرنے کا طریقہ نہیں بتاتا۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے:-

”اقِمُْوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ“ ”نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو“

لیکن یہ نہیں بتاتا کہ نماز کس طرح پڑھنی چاہیے۔ اس کے اوقات کیا ہیں، شرائط کیا ہیں اور زکوٰۃ کن لوگوں سے اور کس حساب سے وصول ہونی چاہیے؟ یہ تمام تفصیلات کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ اس لئے کہ آن حضرت ﷺ کے فرائض میں سے ایک بہت بڑا فرض قرآن مجید کی تشریح اور توضیح کرنا تھا۔ جو آپ نے بطریق احسن انجام دیا ہے۔ پس جب تک احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے صرف ڈکٹری کی مدد سے قرآن مجید کا مطلب نہیں سمجھا جاسکتا۔

(۳) کبھی قرآن مجید میں ایک لفظ آ جاتا ہے جس کے معنی

اور وہ ہمیشہ قرآن مجید کی تعلیمات کو احادیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

اب اگر ان چند متفرق انجیال آدمیوں کی بات صحیح مان لی جائے اور کہا جائے کہ مسلمانوں نے حدیث کو حجت شرعی سمجھ کر غلطی کی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر اب تک جتنے مسلمان ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو قطعاً نہیں سمجھا ہے بلکہ نعوذ باللہ انہوں نے اسلام میں تحریف کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک غیر متعلقہ امر کو مذہب کا جزو بنا کر وہ گناہ کیا ہے جس کا ارتکاب اہم سابقہ میں اجباریہ و دیکھا کرتے تھے۔ دین کو نہ سمجھنے یا دین میں تحریف کرنے کا یہ اعراض اگر اوشاما تک محدود رہتا، تو چنداں معیوب بات نہیں تھی لیکن اعراض تو اتنا ہم گیر ہے کہ اس کی زد میں وہ بزرگ بھی آ جاتے ہیں جو قرآن مجید کے اول مخاطب، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درس کے تربیت یافتہ اور بلا واسطہ آپ کے شاگرد تھے۔ کیونکہ وہ حضرت برابر حدیث کو حجت شرعی مانتے اور ہمیشہ اس سے استدلال کیا کرتے تھے۔ پس اگر وہ سب اس گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور کسی ایک کو راہ حق معلوم کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔ تو ہم اس گناہ کو کابر ثواب سمجھتے ہیں۔

انکارِ حدیث اور اسلام | اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حدیث کو شرعی حجت سمجھ کر

تمام دنیا کے مسلمان ہمیشہ سے غلطی کرتے چلے آئے ہیں۔ تو کیا اس کے معنی یہ نہ ہوں گے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن میں سخت ناکام رہے ہیں۔ اور آپ جن اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس کو تیرہ سو سال تک کسی ایک انسان نے بھی نہ سمجھا یہاں تک کہ اسلام کا لفظ ایک ہندوستانی کے دل سے جلا ہوا۔ اور اس نے قرآن کے رموز و اسرار لوگوں پر

رِوَض

فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معانین کے اعتراضات کا جواب

علامہ ابن حبیب متیمی کے قلم سے

(۷)

(ترجمہ مولانا حکیم پیر عبدالحق صاحب نذیل امرت سر) آپس آپ نے امام حسن رضی کو پکڑ کر فرمایا کہ بیشک میرا یہ بیٹا سید ہے اور اس کے طفیل اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے فریقوں میں صلح کرائے گا۔ گویا حضو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں فریقوں کو برابر مسلمان فرمایا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں فرمائی۔ اس میں اشارہ ہے کہ دونوں فریق اصل خواب میں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعصب کی برائی سے محفوظ فرمائیں اور اعتقاد صحیح کی توفیق بخشیں۔

پس حضرت امام حسن رضی کی اس دستبرداری کے بعد جو معاویہ رضی کے حق میں تھی۔ لوگ معاویہ رضی کے ہاتھ پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام عام الجملہ رکھا گیا۔ اس کے بعد پھر ان کے خلیفہ ہونے میں کسی نے تنازع نہیں کیا۔

ومنہا

فضائل معاویہ رضی میں سے یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتراض کیا۔ اس اعتراض کا جواب حضرت معاویہ رضی نے ایسا تیز و درپز طریقہ سے

مردوشی میں ان کی پیشکش حل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ان کو ایوس نہیں ہونا چاہیے اور اس چھوٹے سے دہشتہ کے لئے سارے کپڑے کو آگ نہیں دکھانی چاہیے۔

متعین کرنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن نے حرم کو حرام قرار دیا ہے لیکن یہ نہیں بتلایا کہ حرم کسے کہتے ہیں۔ اور اس کی کتنی مقدار حرام ہے۔ یہ تمام تفصیلات حدیث سے مل سکتی ہیں۔

(۴) قرآن مجید کی موجودہ ترتیب وہ نہیں ہے جس پر وہ نازل ہوا تھا۔ اس لئے جب اس میں ایک مسئلہ کے متعلق دو مختلف حکم دکھائی دیں، تو اس وقت یہ سمجھنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ ان میں کونسی آیت پہلے اور کونسی بعد میں نازل ہوئی ہے اور جب تک یہ نہ معلوم کیا جائے۔ قرآن مجید سے مسئلہ نہیں نکالا جاسکتا۔ اور اس کا اصل مطلب سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس لئے بھی فہم قرآن کے لئے حدیث کی سخت ضرورت ہے۔

(۵) ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام نے دنیا کے سامنے ایک نظام اخلاق، ایک نظام معاشرت، ایک نظام سیاست اور ایک نظام فکر پیش کیا ہے۔ اور اس طرح پیش کیا ہے کہ تمام مہذب دنیا آج تک اسی سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اس نظام اسلام کی تفصیل یقیناً قرآن مجید سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن اور اسلامی روح کو باقی رکھنے کے لئے حدیث کو ماننا اور ان کو قرآنی تعلیمات کا جز و سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

ایک عرض | ہمارے بعض بھائی اصولاً حدیث کو محبت نہیں ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں بعض ایسی باتیں ہیں جو خلاف قرآن، خلاف عقل اور خلاف تجربہ ہیں۔ اس لئے ہم حدیث کو حجت شرعی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ واقعی بعض خود غرض اور نفس پرست لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے غلط باتیں مشہور کی ہیں۔ لیکن علماء نے احادیث کی چھان بین کر کے ایسی باتوں کو بالکل غلط اور خلاف تعلیم اسلام قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے احادیث کو پرکھنے کے لئے تصحیح سند کے علاوہ دوسرے اصول و ضوابط بھی بتائے ہیں جن کی

دیا کہ حضرت عمرؓ اُن سے جیا کرنے لگے چنانچہ اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ نے سند قوی سے نقل کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مع چند ہمراہیوں کے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک بار ان کے پاس تشریف لائے۔ اُن سب ہمراہیوں میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صاحب جمال نظر آتے تھے۔ پس آپ حضرت عمرؓ کی ہمراہی میں حج کے لئے نکلے۔ اور حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے رہے اور خوش ہوتے رہے۔ پھر فرمایا اداہ واہم تو سب لوگوں میں سے تب اچھے ہونگے جب کہ دنیا کے ساتھ ہماری آخرت کی بہتری (فلاح) بھی جمع کر دی جائے۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین ہم اپنے جسموں کی زیادتی اور اپنی صورتوں کی خوبصورتی کا سبب آپ سے مرض کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک ایسی زمین میں رہتے ہیں جس میں بہت سے حرام ہیں اور سرسبز علاقہ ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ایک تقریر فرمائی جس کا حاصل یہ تھا کہ نہیں بلکہ اس کا (یعنی تمہارے) موٹے ہونے کا) سبب دراصل تمہاری خوش حالی اور کھانے پینے کی زیادتی ہے اور آرام طلبی ہے۔ حالانکہ جاملہ تمہارے دروازے پر منتظر بیٹھتے ہوں گے۔ پھر جب مقام ذی طوی پر پہنچے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک حملہ خوشبودار نکالا۔ اس پر بھی حضرت عمرؓ نے غاب فرمایا اور یوں کہا کہ حج کے لئے گروہ آلودہ اور پریشان بالوں کے ساتھ نکلنا چاہیے۔ پس جب مکہ مکرمہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے وہ دونوں کپڑے نکالے۔ گویا کہ وہ خوشبو میں بسے ہوئے تھے۔ پس انکو پہن لیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے یوں جواب دیا کہ میں نے یہ کپڑے اس واسطے پہنے ہیں کہ میں اپنے اہل کے پاس جاؤں اور خدا کی قسم آپ کی تکلیف تو مجھے شام میں بھی پہنچتی تھی اور یہاں بھی پہنچی۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رُخ پھیر لیا اور رضا ہی خوب جانتا ہے۔ میں نے حضرت عمرؓ کے چہرے میں شرم کے آثار معلوم کئے۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

وہ دونوں کپڑے اتار کر وہی احرام والے کپڑے پہن لئے۔ پس غور کا مقام ہے کہ کس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کے سامنے جواب دیا کہ مجھ کو آپ کی تکلیف یہاں بھی پہنچی ہے اور ملک شام میں بھی۔ اور اس جواب سے ایک ایسے شخص کو جو مذہب کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کرتا تھا، حیا آنے لگی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب کے طور پر ایک بات بھی نہ فرما سکے۔ اس سے تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ حضرت عمرؓ نے جو معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اس سے رجوع فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے اپنا عذر بیان کر دیا اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے عمدہ لباس ایک صحیح فرض کے لئے پہنا تھا۔ یعنی اپنے اہل کے پاس جانے کے لئے۔ اور وہ حقیقت ایک عمدہ بات ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی وفد آتا۔ تو آپ اچھے اور عمدہ کپڑے پہنتے اور سر مبارک عمامہ باندھتے اور (چونکہ شیشہ اُس زمانہ میں نہ تھا) پانی میں دیکھتے۔ اور جو چیز ان میں قابلِ درستی ہوتی۔ اس کو درست فرماتے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی ایسا کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا، ہاں میں بھی! کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ اور اس مسئلے کے متعلق بہت سی احادیث اور بھی ہیں۔ میں نے اُن سب کو اپنے رسالہ "الغمام فی الذیۃ والیطلسان والعمامة" میں مع اچھے مراتب اور معانی کے بالتفصیل درج کیا ہے۔ یہ تو تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر اور حضرت عمرؓ نے ان کی موجودہ حالت دیکھ کر کہ خرم کو پراگندہ بال گرد آلود ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، "اعتراض فرمایا در انحالیکہ اُن کے اس تجمل کی غرض ان کو معلوم نہ تھی اور بالفرض اگر یہ (قرینہ وغیرہ) انکو معلوم بھی ہو۔ تب بھی ان کا یہ فرمانا کچھ بے جا نہ تھا۔ کیونکہ وہ یہ نہ فرما سکتے تھے کہ تجمل بقصد

وخل الی الابل احرام سے فارغ ہو کر بھی ہو سکتا ہے پس اس سے پہلے کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اس سے معلوم ہو گیا کہ جو رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بائستہ اور اوفق للحدیث تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو اس میں سے قدم علی الابل کے لئے تجمل اختیار کرنے کو مستثنیٰ سمجھتے تھے گویا کہ ان کے نزدیک اس غرض سے تجمل ضروری تھا۔ اگرچہ محرم ہوا اور ممکن ہے کہ اس استثناء کو صحیح قرار دیا جائے۔ جنوں کے ایک مقرر قاعدہ کی بنا پر کنص سے ایک منیٰ استنباط کر کے انکو خاص کر دیا جائے (بعض حالتوں کے ساتھ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کمال دیکھنے کے انہوں نے باوجود اپنی رائے کے اظہار اور صاف ہونے کے معاویہ کو ان کے جواب میں منہ نہ سمجھا (یعنی ان کے عذر کو مقبول سمجھ کر پھر کچھ نہ فرمایا) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو کو بیشک تمہاری تکلیف مجھ کو یہاں بھی پہنچی اور ملک شام میں بھی۔ بالکل برداشت کر گئے۔ اس قاعدہ مقررہ کی بنا پر کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد (فی المسائل) پر کبیر نہیں کر سکتا اور بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنے میں اس رفیع الشان درجے پر پہنچے ہیں کہ جہاں دوسرا کوئی نہیں پہنچ سکا۔ جبکہ ان کو متنبہ کیا گیا۔ مگر چھت کلمہ ہی کہ اگر انکو متنبہ کیا گیا ہو (یعنی ایسے سخت الفاظ سن کر حق کی تلاش فرماتے تھے۔ اپنی وضعداری کی وجہ نہ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت بات کو سن کر حیا فرماتے گئے جواب نہیں دیا)

ومنہا

فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف فرمانا ہے اور تعریف بھی مبالغہ کے ساتھ (صحابہ رضی اللہ عنہ کی بے لوث جماعت جس شخص کی تعریف کرے اور پھر مبالغہ سے تعریف کرے، تو اس کے کمالات میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ مترجم) چنانچہ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہت قریب۔ علیہ حدیث سے بہت موافق۔

کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان پر سبز رنگ کا عہدہ (لباس) تھا۔ پس ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بغیر تعجب (پسندیدگی) دیکھا۔ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لباس کو بہ نظر پسندیدگی دیکھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے ہیں تو ان کو دورہ سے ممانعت شروع کیا اور یہ کہتے تھے، خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو۔ اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپ کس جرم میں مجھ کو مار رہے ہیں۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ اپنی جگہ پر آ کر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ نے کیوں ایسے شخص کو مارا کہ جس کی مثل آپ کی قوم میں کوئی شخص نہیں۔ یعنی آپ کے عاملین (عملہ کے لوگوں) میں ایسا کوئی نہیں۔ یا شاید ان کی یہ مراد ہو کہ آپ کی قوم قریش میں ایسا کوئی نہیں۔ بہر حال ثلثیت اضافی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اس کے کسی قصور پر اس کو نہیں مارا۔ لیکن میں نے دیکھا۔ اس کو یوں اور اپنے ہاتھ سے اوپر کو اشارہ فرمایا پس میں نے چاہا کہ ذرا اس کو نیچا کر دوں۔ یعنی کہ میں نے اس میں بعض علامات ایسے دیکھے، جن سے تکبر معلوم ہوتا تھا۔ پس میں نے اسکو تواضع کی طرف تلقین کی۔ جتنی تواضع کہ اس کی طاقت میں ہو سکے۔

قصہ مذکورہ پر ایک اعتراض | پس اگر تم کہو کہ وہاں حج کے حرام

میں لباس پہننے پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے وجہ (مقول) بیان فرمائی کہ میں نے ان کو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ان کے فعل پر اعتراض کے طور پر نہ تھا، بلکہ وہ اس فعل ضرب کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے وجہ معلوم ہو گئی کہ میں نے تواضع کی تعلیم کے لئے انکو مارا ہے۔ تو بالکل خاموش ہو گئے اور پہلے واقعہ کی طرح اپنے اس عمدہ لباس پہننے کی وجہ نہیں بیان فرمائی۔ (مترجم عفا اللہ عنہ)

پہنا ہے کہ میں اپنے اہل کے پاس جانے کا قصد کرتا ہوں
 اہل یہاں اس دفعہ (جو حضرت عمرؓ نے لباس ہی کی وجہ سے
 درے مارے تو) خاموش رہے (اس کی کیا وجہ ہے؟)

اعتراف مذکور کا جواب میں تو صرف حضرت عمرؓ

کی طرف سے زبانی اعتراف تھا اور اس واقعہ میں تو ان
 سے فعل صادر ہوا۔ یعنی "مارتا" اور وہ (فعل) بھی بعد
 پورے غور و خوض کے اور (اجتہاد صحیح کے صادر ہوا۔
 اس پر اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں کلام
 ہو سکتا ہے۔ اسی سے (اگر تم غور کرو تو) حضرت معاویہؓ
 کے فقیہ ہونے اور ان کے علم و ادب میں بلند پایہ ہونے کو
 سمجھ سکتے ہو۔

اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اگلی روایت میں ان کو
 اس قابل متبلا یا ہے (کہ لوگ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو
 جاویں جب افراق اور فتنہ دیکھیں) اور صحابہ رضوان اللہ
 علیہم اجمعین جو حضرت عمرؓ کی مجلس کے اکابر تھے اور وہ
 ہی مہاجرین اور انصار کے اکابر سمجھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ
 ان کے اکابر ہونے پر آثار صحیحہ دلالت کرتے ہیں۔ سب نے
 (یک زبان ہو کر) کہا کہ "ما فی قوم مثله" یعنی معاویہؓ
 کا سا آدمی تو آپ کی ساری قوم میں نہیں ہے۔ اس سے وہ
 اشارہ کرتے تھے حضرت عمرؓ کے فعل پر ایک قسم کے
 اعتراض کرنے کا اسی واسطے حضرت عمرؓ نے اُن کو جواباً
 فرمایا "ما ہایت منہ وما بلغنی عندہ الا الخایو" یعنی
 میں نے اس سے کوئی جرم نہیں دیکھا۔ نہ ہی کسی نے اس
 کی شکایت کی ہے۔ آپ اس میں جو شخص تامل کرے اس کو
 بہت بڑی منقبت اور ظاہر مدح حضرت معاویہؓ کی معلوم
 ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی شہادت ہے ان کے حق میں حضرت
 عمرؓ سے اور ان کے اہل مجلس سے جو کہ مہاجرین اور انصار
 کے اکابر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کی قوم میں اس

جیسا آدمی ابھی نہیں اور یہ الفاظ کہ اس سے نیکی کے سوا
 کچھ نہیں دیکھا اور ان سے میرے پاس (یعنی حضرت عمرؓ کے
 پاس) کوئی بات سوائے بھلائی کے نہیں پہنچی ہے۔ یہ سب
 کچھ طعنہ کرنے والوں کی گردنوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور
 معاذین اور غلو کرنے والوں کی جڑ نکال دیتا ہے۔

وہتھا

مبغض بقب معاویہؓ کے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ
 رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت معاویہؓ رضی
 کی تابعداری کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ جب فتنہ اٹھے
 تو تم ملک شام کو ہجرت کرنا۔ چنانچہ ابن ابی الدنیار نے اپنی سند
 سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگ میرے
 بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا کیا تو جان لو کہ معاویہؓ
 ملک شام میں ہیں پس اگر تم اپنی رائے کا وکیل اٹھو تو
 تو تم دیکھو گے کہ کس طرح تم سے فتنہ کو دور کرتے ہیں (کذا فی
 الاصابہ) گویا ان کی مراد یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو ترغیب
 دیتے ہیں کہ جب خلفاء راشدینؓ کی وفات کے بعد ایسا
 فتنہ واقع ہو جائے جس سے صحابہؓ کے فرقے بن جائیں
 تو وہ حضرت معاویہؓ کے پاس چلے جائیں اور اس فتنے کا
 معاملہ بوجہ ان کی حسن تدبیر اور بلندی رائے کے ان کے سپرد
 کریں۔ کیونکہ اس امر پر وہ لوگ متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ رضی
 عرب کے سب دانائوں اور حکماء میں سے یکتا زمانہ تھے اور
 جس وقت فرقہ بندی ہو جائے اور فتنے کی آگ بھڑک اٹھے
 اس وقت صحیح رائے اسی شخص سے معلوم ہو سکتی ہے جس میں
 حکمت اور دانائی کمال عقل اور تجربہ سے پیدا ہوئی ہو اور کہ وہ
 پوری دینداری یا اغلب طور پر دینداری میں انتہائی درجہ تک
 پہنچا ہوا ہو۔ اور معاویہؓ رضی ان لوگوں میں سے ہیں جو اس مرتبہ
 تک پہنچے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ہم زمانہ لوگ ان کے
 متعلق شہادت دیتے ہیں اور ان کے فیصلوں اور تصرفات اور
 ان کے جملہ اور ان کی حکمت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اسی
 لئے تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو اشارہ فرمایا کہ ان کے پاس

یارِ غار

(۳)

(جناب مولوی حبیب اللہ صاحب امت سہری، مبلغ حزب الانصاف
بھیرہ کے قلم سے)

(۵) سن ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸ اور مشکوٰۃ

شریف جلد ۳۶۹ پر ہے :- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ عَنْهَا
أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَأَلَهُ فَقَالَ أَنْتَ عَتِيقُ اللَّهِ مِنْ النَّاسِ فَيَقُولُ مِثْلُ
سُبْحَى عَتِيقًا (ترجمہ) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ
سے روایت ہے بتعقیق حضرت ابوبکر صدیق حضرت رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
آپ نے ارشاد فرمایا تو آزاد کیا گیا خدا کا ہے آگ سے
(نیز دیکھو فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵)

(۶) کتاب بیان الامرات ترجمہ کتاب تاریخ الخلفاء کے

(بقیہ از صفحہ ۲۷)

چلے جاویں اور کہ اپنے سب امور کی کنبیاں ان کے سپرد کریں۔
پس وہ اس نئے کو اپنی رائے سے نبھا دیں گے اور اگر وہ اپنی
رائے پر عمل کریں گے تو فتنے کے اندر ہی رہیں گے اور اس سے
اچھی طرح عمدہ طریق سے نہیں نکل سکیں گے۔ اور حضرت عمرؓ
کی یہ ایک ظاہر کرامت تھی جس سے آئندہ واقعات کی اطلاع
پائی جاتی ہے کہ خلافت معاویہؓ کی طرف چلی جائے گی اور امت
کے معاملات کی کنبیاں ان کے سوا کسی دوسرے کے سپرد
نہ کی جائیں گی۔

اور اس میں حضرت معاویہؓ کی بہت شاندار تعریف ہے اور انکی
قوت نفسانیہ پر شہادت ہے کہ غایت تیزی فہم اور سیاست اور مخفی ہوش
کا علم اور ہر چیز کو اس کے قرینے پر رکھنے کی حکمت اور اجتہاد فروعات میں
اور سخت مشکلات اور تنگ حالات سے نجات دینے کے احکام میں (حضرت
مخصوص ہیں) (باقی آئندہ)

صفحہ ۲۶ پر ہے :- ابو بعلی اپنی مستدین اور ابن سعد اور حاکم
حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے مکان
میں تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ صحن مکان میں
تشریف رکھتے تھے میرے اور آپ کے درمیان میں ایک پردہ
حائل تھا کہ اچانک حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوزخ کی آگ سے آنا وہ شخص کو
دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ ان کا نام ان کے خاندان
والوں نے تو عبد اللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق مشہور ہو گیا۔
ترمذی اور حاکم حضرت عائشہؓ سے لائے ہیں کہ ایک مرتبہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
آئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم ناردوزخ سے خدا
کے آزاد کئے ہوئے ہو۔ اسی روز سے آپ کا نام عتیق ہو گیا۔
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی سند سے ہزار اور طبرانی نے بیان
کیا ہے کہ صدیق اکبرؓ کا نام عبد اللہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم آتش دوزخ سے آزاد کئے
ہوئے ہو۔ اسی روز سے ان کا نام عتیق ہو گیا۔

(۷) صحیح بخاری شریف جلد ۵ صفحہ ۵۱۴۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶
عمدۃ القاری جلد ۵ ص ۵۹۔ فتح الباری پارہ ۱۴ ص ۳۵ و ص ۳۵۔
ارشاد الساری جلد ۲ ص ۶۵۔ فیض الباری حصہ ۱۲ ص ۱۲۵۔
مشکوٰۃ شریف ترجمہ جلد ۳ ص ۳۶ باب مناقب ابوبکرؓ فصل
اول۔ مرقاۃ جلد ۵ ص ۱۵۲ اللغات جلد ۳ ص ۱۵۲۔

حق جلد ۳ ص ۲۶ پر ہے :-
"فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ
أَمْرِ النَّاسِ عَلَى فِيْ صُحْبَتِيْ وَمَالِيْهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ
مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ سَرِيٍّ لَأَتَّخِذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا
وَلَكِنْ أُنْجُوهُ إِلَّا سَلَامًا وَمَوْذُوعًا لَا يُبْقِيَنَّ
فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا مَسَدًا إِلَّا بَابُ ابْنِيْ بَكْرٍ۔ (ترجمہ)
پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق سب
آدمیوں میں سے مجھ پر بڑا احسان کرنے والا ساتھ دینے میں اور

اپنا مال خرچ کرنے میں ابو بکر رضی ہے۔ اور میں اپنے رب کے سوائے کسی اور کو خالص دوست ٹھیراتا تو ابو بکر رضی کو خالص دوست کرتا۔ لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہمارے اور اس کے درمیان ہے۔ مسجد کی طرف سے سب دروازے بند کر دیئے جاویں مگر ابو بکر رضی کا دروازہ کھلا رہے۔

(۸) مشکوٰۃ شریف مترجم (طبع انوار الاسلام امرتسر) جلد ۴ صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱۔ باب مناقب ہو کاء الثلثة رضی اللہ عنہم فصل اول۔ رقاۃ جلد ۵ ص۔ اشعة اللمعات جلد ۴ ص۔ مظاہر حق جلد ۴ ص۔ بخاری جلد ۱ ص ۵۱۹ و ۵۲۰۔ فتح الباری پارہ ۱۴ ص ۳۶۹ و ۳۷۰۔ عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۶ و ۶۱۳۔ ارشاد الساری جلد ۲ صفحہ ۷۸ و ۸۳۔ فیض الباری پارہ ۱۴ کے صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ پر ہے۔

”عن النبی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحیح د ابو بکر و عمر و عثمان فرجف بھم فضریہ برجلہ فقال ان ثبت احد فاحمنا علیک ینتی و صیدی و شہیدان (ترجمہ) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اور حضرت عمر رضی اور حضرت عثمان رضی کوہ اُحد پر تشریف لے گئے۔ پس کوہ اُحد ہلا۔ پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک سے اس کو مارا اور ارشاد فرمایا، اے اُحد! ٹھیر، پس اس کے سوا نہیں کہ تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں“ (۹) صحیح بخاری جلد اول کا صفحہ ۵۱۶ اور فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۹۔ فیض الباری پارہ ۱۴ کے صفحہ ۱۴۸ پر ہے۔

”عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کنت متخذاً حقن اُمّتی سبیلہ لا تخذت ابا بکر و لکن اخی و صاحبی (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو دوست ٹھیراتا تو ابو بکر رضی کو جاتی دوست ٹھیراتا لیکن

وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے“ (نیز دیکھو عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۳۔ ارشاد الساری جلد ۲ صفحہ ۶۹ و ۷۰)۔

(۱۰) صحیح بخاری جلد اول ص ۵۱۔ فتح الباری پارہ ۱۴ ص ۳۷۱۔ فیض الباری پارہ ۱۴ ص ۱۵۱۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد ۴ صفحہ ۳۶۴۔ باب مناقب ابو بکر رضی۔ فصل دوسری۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۳۔ عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۶ پر ہے۔

”حضرت عمرؓ بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ ذات السلاسل پر بھیجا۔ سو میں آپ کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا کہ سب لوگوں میں سے کون آپ کو زیادہ تر پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ میں نے عرض کیا کہ مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا اُس کا باپ۔ میں نے عرض کیا، بھیر کون؟ فرمایا (حضرت) عمرؓ بن خطاب۔ پس کئی مردوں کو گنا“

(۱۱) صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۱۴۔ فتح الباری

پارہ ۱۴ صفحہ ۳۶۲۔ فیض الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۱۵۴ پر ہے۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی چیز کا جوڑا دیکھا خدا کی راہ میں، وہ بہشت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ کہیں گے اے اللہ کے بندے یہ دروازہ بہتر ہے۔ سو جو نمازیوں سے ہوگا وہ نماز کے دروازے سے بلایا جائیگا اور جو خیرات کرے وہ خیرات کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں سے ہوگا۔ وہ صیام کے دروازے سے یعنی وہ باب الریان سے بلایا جائیگا۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں اس شخص پر جو ان دروازوں سے بلایا جاوے کوئی ضرورت یعنی قصود صرف بہشت میں داخل ہونا ہے وہ ہر صورت میں حاصل ہے خواہ کسی دروازے سے آیا اور کہا یا رسول اللہ بھلا کوئی سب دروازوں سے بھی بلایا جائیگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اور البتہ مجھ کو امید ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہوگا جو بہشت کے سب دروازوں سے بلائے جائیگے لے ابو بکر رضی اللہ عنہ“ (نیز دیکھو

ہوئے بھی بہت زیادہ دن بھی نہیں گزرے ہیں کہ ماضی کے دھندلکے سے فائدہ اٹھا کر اسے دیتا بنا ڈالا جائے۔ چڑا لے زمانے کے ٹھہر کو آج باقی بنایا جاسکتا ہے، مگر معصروں کی آنکھوں میں آپ کہاں تک خاک جھونکیں گے۔ بلاشبہ انا ترک ایک اچھا جزل تھا۔ قیادت کی بعض صلاحیتیں بھی اس میں پائی جاتی تھیں۔ سیاسی تدبیر بھی ایک حد تک اس میں موجود تھا۔ اس کی راہنمائی میں ایک شکست خوردہ قوم تباہی سے بچ گئی اور اُس نے اپنے قومی وطن کو پھر سے ایک آزاد سلطنت بنالیا۔ اس کا نام ہے پر اس کی جتنی چاہیئے، تعریف کریں۔ لیکن تہذیبی و تمدنی مسائل میں اس کے علم و بصیرت کا معیار بہت کالجوں سے نکلے ہوئے عام "صاحب بہادروں" سے کچھ بھی زیادہ اونچا نہ تھا۔ اپنے ملک کو آزاد کرانے کے بعد جب احسانمند ترکی قوم کو اس نے اپنا گرویدہ پایا تو اسے اپنے متعلق یہ غلط فہمی ہو گئی کہ میں حکیم بھی ہوں اور ایک نئی قوم کی تعمیر بھی صحیح طور پر کر سکتا ہوں۔ اس غلط فہمی کی بنا پر اس نے ترکی قوم کی تعمیر جدید کا کام تنہا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان تمام لوگوں کو جو اس معاملہ میں کم از کم اس سے زیادہ علم و بصیرت رکھتے تھے، میدان سے ہٹا دیا۔ اس طرح مختار مطلق بننے کے بعد اس نے جو کچھ کیا مغربی تہذیب کا ہر مشرقی نقال اس کے سے اختیار پاکر وہی کرتا۔ کسی مجتہدانہ فکر، کسی قوت انتخاب، کسی صلاحیت تنقید اور کسی آزادانہ اختراعی قابلیت کا اس کے پورے کارنامے میں ادنیٰ شائبہ تک نہیں ملتا۔ خیالات، مہول، طریقے، سب ہی چیزیں تو وہ مفلس دماغ کا انسان یورپ سے نانگ لایا۔ اور اپنے ذاتی اجتہاد سے ذرہ برابر کام لئے بغیر جوں کا توں اپنی قوم کے سر منڈھنا چلا گیا۔ اس بیچارے میں اتنی تمیز بھی نہ تھی۔ کہ یورپ کے اسباب عروج اور اسباب تنزل میں فرق کرتا۔ عام سطحی النظر لوگوں کی طرح اس نے بھی یہی سمجھا۔ کہ برسر عروج قوموں کی ہر چیز اچھی۔ چنانچہ وہ مفید چیزوں کے ساتھ ایسی بیماریاں بھی ترکی میں لے آیا۔ جس کی وجہ سے

خود یورپ کی زندگی آج تباہ ہو رہی ہے۔ یہ کونسا ایسا بڑا کارنامہ ہے جس کی بنا پر اس شخص کو آسمان پر چڑھایا جاتا ہے؟ دنیا کے تہذیبی معماروں کی صفِ اول میں تو درکنار وہ غریب تو ان کی صفِ آخر میں بھی جگہ پانے کے قابل نہیں۔ ایک کاپی نویس کی آپ اس حیثیت سے جتنی چاہیئے، تعریف کریں۔ کہ بہت صحیح نقل کرتا ہے اور نقل و اصل میں ذرا فرق باقی نہیں رہنے دیتا۔ مگر کیا انشا پر داروں کی مجلس میں اس کو دلیز پر بھی کھڑے ہونے کی جگہ مل سکتی ہے؟ ہم یورپ کے اُن ناخدا شناس مفکرین کی قدر کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے زورِ طبع سے کسی نئے نظام فکر و مذہب عمل کی بنیاد رکھی۔ مگر انا ترک اور ہوائے پہلوی جیسے تھوڑے کلاس آدمیوں کی ہم کیا قد کر سکیں، جن کی پوری زندگی سے ایک اجتہادی کا نام نہ بھی نکال کر نہیں بتایا جاسکتا۔

اتاترک کی مبالغہ آمیز تعریف سے تو مصنف نے صرف اتنا ہی ظاہر کیا تھا کہ ان کا معیار کمال انسانی کتنا بلند ہے مگر جہاں انہوں نے اپنے مدوح کو مسلمان اور وہ بھی بچا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہاں یہ راز بھی فاش ہو گیا۔ کہ ماشاء اللہ ان کو اعتداد کے جمع کرنے میں بھی پورا کمال حاصل ہے۔ دیباچہ میں جب ہم نے ان کے الفاظ پڑھے کہ انا ترک کے الحاد و بیعتی کے افسانے، یورپ کی خبر رساں بیسیوں کے پھیلائے ہوئے ہیں۔ اور ہندوستان کے "قدامت پرستوں" کا گروہ محض مغربی پروپیگنڈا کا شکار ہو گیا ہے۔ تو ہمیں توقع ہوئی کہ آگے چل کر شاید کچھ انا ترک کے مسلمان ہونے کی ایسی شہادتیں پیش کی جائیں گی۔ جو اس پروپیگنڈے کی پوری طرح تردید کر کے اس کی دینداری ثابت کر دیں گی۔ مگر جب اس بحث کا موقع آیا تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فاضل مصنف نے انہی چیزوں، انا ترک کے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ جو دراصل اس شخص کے نامسلمان ہونے کا ثبوت ہیں۔ وہ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ انا ترک نے اسلامی قانونِ ترکی قلمرو

کر دینا بھی ان لوگوں کے نزدیک اصلاح "ہی کی تعریف میں آتا ہے۔ ان کو ایسی رائے رکھنے کا پورا حق ہے اور ہم اس حق کو ان سے سلب نہیں کر سکتے۔ مگر ہمیں اعراض جس چیز پر ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ آخر یہ لوگ متصادم ہیں کیوں کرتے ہیں۔ مسولینی نے اشتراکیت کو رد کر دیا اور اس کی جگہ فاشزم اختیار کر لیا۔ ہر صاحب عقل آدمی اس واقعہ کو بطور ایک واقعہ کے تسلیم کرے گا۔ اور گردنجا کہ مسولینی اشتراکی نہیں رہا بلکہ فاشسٹ ہو گیا۔ ایک مسلک سے ارتداد کے بعد بھی کسی شخص کو کھینچ تان کر اسی مسلک کا پیرو ثابت کرنا ظاہر ہے کہ کسی صحیح انداز آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے ہاں "غیر مسلم مسلمانوں" کا ایک عجیب الخلق گروہ پیدا ہو رہا ہے۔ جو اسلام کے نظام فکر اور اس کے اساسی قانون سے بغاوت کر کے ایک نئے نظام فکر و قانون حیات کو علانیہ قبول کر لیتا ہے اور پھر اصرار کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم اس رد و قبول کے بعد بھی ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے اس حادثہ سے پہلے تھے۔ کیا یہ تناقض بیان کسی ذہنی الجھاؤ کی وجہ سے ہے۔ یا ان لوگوں میں ابھی اتنی قدامت پرستی باقی ہے کہ ایک پرانا فرسودہ نام جو باپ دادا کے دقتوں سے چلا آ رہا ہے۔ اس کو کسی حال میں یہ چھوڑنے پر رضی نہیں ہوتے؟ یہ تبصرہ کچھ ضرورت سے زیادہ طویل ہو گیا ہے۔ مگر مصنف کے چند "شاہکار" فقرہ کی زیارت سے ناظرین کو محروم رکھنا ظلم سے کم نہ ہوگا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"وہ تمکی آداب و معاشرت اور رسم و رواج

میں مانگے مانگے کا کوئی حقیقہ جز بھی دیکھنا

پند نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ترکی زبان تک

کو بھی، جس میں صدیوں سے ایرانی اور عربی

زبانوں کے بیشتر الفاظ گھل بی چکے تھے۔

اور الفاظ بھی ایسے جن کے بدل ترکی زبان

سے ایک قلم منسوخ کر کے جرمنی کا تجارتی قانون، انلی کا فوجداری قانون اور سوئٹزرلینڈ کا دیوانی قانون جاری کیا۔ وراثت میں عورتوں اور مردوں کو مساوی قرار دیا۔ تعدد ازدواج کو قانوناً ممنوع ٹھہرایا۔ مصوری، ثبت تراشی اور موسیقی کے معاملہ میں وہ "مذہبی یا اخلاقی نقطہ نظر کے قائل نہ تھے" اور "ترکوں کے دماغوں سے اس مذہبی خیال کو محو کرنے کے لئے" انہوں نے خود اپنے اور اپنے ساتھیوں کے ثبت بڑا کر انقرہ، سمرنا، اور قسطنطنیہ میں شاہراہوں پر نصب کرائے۔ مصوری کے اسکول اور کالج قائم کئے اور ہندوب اقوام کے مختلف طرز کے قص رائج کئے۔ "ترقی پسندوں" کے سلسلہ میں انہوں نے پردہ کا کلی استیصال کیا۔ اور ترکی عورتوں کو آزادی کے خشک اس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا۔ جس پر ان کی مغربی بہنیں اس وقت کھڑی ہیں۔ ان سب واقعات کو بیان فرمانے کے بعد جناب مصنف پھر اپنی اس شکایت کو دہراتے ہیں کہ "ان انقلابی اصلاحات کے نفاذ سے یورپ کی بعض حریف قوتوں کو ترکی جمہوریہ اور غازی پاشا کی ذات کے خلاف بے دینی اور لاندہمی کے پروپیگنڈے کا موقع ہاتھ آ گیا" اور یہ کہ "اس غلط پروپیگنڈے سے اسلامی ممالک میں غازی پاشا اور ان کی حکومت کے خلاف عام طور پر بذلتی سی پیدا ہو گئی" سبحان اللہ! قرآن کریم کے صریح احکام سے بغاوت، اسلامی قانون کی مکمل تسخیر اور اسلام کے اصول تہذیب و تمدن سے کلی انحراف کے بعد بھی بے دینی و لاندہمی کا قہد صرف "غلط پروپیگنڈا" ہی رہا اور ان حرکات سے مسلمانوں نے جو کچھ نتیجہ نکالا۔ اس کی حقیقت "بظنی" سے زیادہ کچھ نہ نکلی!

فاضل مصنف جس اُمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی زبان میں ہر تغیر کا نام "اصلاح" ہے۔ قرآن نے جو قانون پیش کیا ہے اس کو بدل ڈالنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی تہذیب کے اصولوں کو منسوخ

اس کجست میں اس غضب کی لچک موجود ہے کہ دنیاوی ترقیوں کی خاطر قرآن کا قانون منسوخ کر دینے تک کی گنجائش اس میں نکل آتی ہے۔ اور اس "مذہب اسلام کی پہلی روح" کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ مٹا اور درویش کو سانے رکھ کر اس طرح

ڈانٹا میٹ سے اڑائیے کہ قرآن و سنت بھی ساتھ ساتھ اڑ جائیں اس کے بعد جو کچھ بچ رہے۔ اس کا نام "خالص روح اسلام" ہے (منقول از رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور۔ جلد ۱۶ نمبر ۳ و ۴ از ص ۳۲ تا ص ۳۲)

مولانا عبد الماجد صاحب کے ارشادات

مولانا عبد الماجد صاحب جی۔ آئے نے اس سلسلہ میں جو شذرات "صدق" کی مختلف اشاعتوں میں مختلف عنوانات کے ماتحت درج فرمائے تھے۔ ان کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے منقولہ بالا مضمون پر اتنا ترک کے بعض مذاہن نے غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا۔ شذرات ذیل میں بھی بعض

شذرات میں مولانا عبد الماجد صاحب نے ان معترضین کو جواب بھی دیا ہے۔ (شش الاسلام)

(ص ۳۲) میں اس کے کسی مخالف یا نکتہ چیں کی نہیں ایک مداح سوانح نویس کی تازہ کتاب سے اخذ اقتباس کر کے پیش کئے ہیں۔

ترکِ اعظم کے کارنامے (۱) اتا ترک نے پہلی قانون ترک کی قلمرو سے ایک قلم منسوخ کر کے جرمنی کا تجارتی قانون، اٹلی کا فوجداری قانون اور سوئٹزر لینڈ کا دیوانی قانون جاری کر دیا۔

(۲) وراثت میں عورتوں اور مردوں کو مساوی قرار دیا۔ (۳) تعدد ازدواج کو قانوناً ممنوع ٹھہرایا۔

(۴) مصدوری، بیت تراشی اور موسیقی کے معاملہ میں وہ مذہبی یا اخلاقی نقطہ نظر کے قائل نہ تھے اور ترکوں کے دماغوں سے اس مذہبی خیال کا محو کرنے کے لئے انہوں نے خود اپنے ساتھیوں کے بہت بڑے انصراف، سمرنا، اور قسطنطنیہ میں شاہراہوں پر نصب کرائے۔

(۵) مصدوری کے اسکول اور کالج قائم کئے اور مذہب اقوام کے مختلف طرز کے قص رائج کئے۔

(۶) "ترقی" نسوان کے سلسلہ میں انہوں نے پردہ کا کلی استیصال کیا اور ترکی عورتوں کو آزادی کے ٹھیک اس مقام پر لا کھڑا کر دیا جس پر ان کی مغربی بہنیں اس وقت کھڑی ہیں۔ یہ ہیں "تجدد" کے پیشوائے اعظم کے وہ چند زبردست کارنامے جو رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور نے اپنے جون نمبر

غریب جمود پسند "مسلمانوں کو سوچتے رہنے دیجئے، کہ جو شخص قانون اسلام سے بغاوت میں اتنا دلیر و بیباک ہو ائے مسلمان بھی کسی حد تک کہنا درست ہوگا۔ "تجدد" کے فخر کے لئے یہ کچھ کم ہے کہ ایک مشرقی نے فرنگیت میں اپنے کو یوں فنا کر کے دکھا دیا اور جب "ترقی" و "آزادی" نام ٹھہرا اسی تقلید اور قنایت کا، تو مسلک تجدد کی امامت کا حق اس سے بڑھ کر اور کس بزرگ کو حاصل ہو سکتا ہے!

(صدق لکھنؤ ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء ص ۲ کا لم ۲)

تجدد کی بازی گمراہی | "اتا ترک کی زندگی کا کارنامہ۔۔۔"

اُس کی وہ کامیاب جدوجہد تھی جس نے آل عثمان کو صدیوں کی غلامی اور صدیوں کے انحطاط کے بعد آزادی کی نصیب میں سانس لینے کے قابل بنایا

”مقدمہ“ یہ تھا۔ لیکن ”نتیجہ“ یہ نکلا:-

”ہم کسی ایسے صاحب قلم کی جسارت کو گوارا نہیں کر سکتے، جو اپنی جانناز پر بیٹھ کر، صرف اس لئے کہ وہ ناز پر بیٹھا ہوا ہے، اُن مردانِ اسلام کو تھڑکلاس کا انسان بنائے، جنہوں نے اپنے جسم کا گرم خون ملت اسلامی کی آبرو کے لئے بہایا ہو“

مقدمہ میں پیش کیا گیا ”آل عثمان“ کی آزادی کو اور نتیجہ میں وہ تبدیل ہو گئی ”ملت اسلامی“ کی آبرو میں؛ گویا ملت اسلامی یا دین اسلام مترادف ہے فلاں قوم، فلاں نسل، یا کم از کم شیعنی اور موروثی مسلمانوں کے فلاں حصے کے! ————— تنجید کی اس اہل اور بے پناہ منطق کا کس کے پاس جواب ہے؟

”صدیوں کی غلامی اور صدیوں کے انحطاط کے بعد“

اگو یا محترم مدیر طلبہ کے جلسہ میں پرجوش نعروں کی گونج میں غلیباً تقریر فرما رہے ہیں! ”ٹرکی کی ”آزادی“! کیا خوب ہے یہ ”آزادی“ کہ دل فرنگی کر لیا، دماغ فرنگی کر لیا، دین فرنگی کر لیا، ملک کا قانون فرنگی کر لیا، سیاست فرنگی کر لی، معاشرت فرنگی کر لی، ہم الخط فرنگی کر لیا، وضع و لباس فرنگی کر لیا اور جب افرنجیت کے ارتقا میں فنا سے گزرتے ہوئے نقطہ بقا تک پہنچ گئے (غریب عبد الحمید خاں اور برٹے سے بڑا مستبد سلطان“ تو خود فراموشی خود کشی کی اس انتہا کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا) اور سکروٹولین سے ہوتے ہوئے مقام صحو و تمکین پر فائز ہو گئے اور

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جانشندی

کے مرتبہ کا تحقق ہو گیا، تو اس عینیت کے بعد نا اہلی کی طرح نعرہ اپنی آزادی کا لگا دیا اور ان کے ہندوستانی نقیب نے ”جانناز“ پر نہیں، مخلی صوفی پر بیٹھ کر پکار کر دی کہ دیکھو یہ ہے ”مردانِ اسلام“

کی جھل کی ہوئی ”آزادی“ ملت اسلامیہ کو چھوڑ دیے، خود ”آل عثمان“ کے بھی نقطہ نظر سے یہ ”آزادی“ ہے؟ اسی کا نام ”آزادی“ ہے تو بدترین غلامی کے لئے یقیناً کوئی نیالغت وضع کرنا پڑے گا۔

جاہلیت کا پانچواں کالم | چندنا تمام نعروں کی تکلیں اور مہم

اشاروں کی توضیح:-

”کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ایسے ارباب علم و فضل جیسے ”میر ترخان القرآن“ ہیں، اتار کر وضائے پہلوی جیسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں“

اور نہ صرف انہیں کے حال پر چھوڑ دیں، بلکہ اُن لوگوں کی قوت قصیدہ نگاری پر چھوڑے رکھیں جن کا سب سے بڑا حق ہر اسلامی معاملہ میں گفتگو کرنے کا یہ ہے کہ وہ نماز اور جوار نماز سے دُور اور بہت دُور رہتے ہیں اور جن کی زبان طنز و تیر لہجہ کا سب سے بڑا حربہ یہی نماز اور جائے نماز ہے!

”اور اپنے علم و فضل کی تنگ مزاجی کا کچھ اُن میدانوں کی طرف نہ پھیریں، جو ان کے انکار کی رسائی سے بہت دُور ہیں“

اور جو میدان بہت قریب کا رشتہ رکھتے ہیں، ہندوستان کے ”اُن ”آزاد“ خیالوں سے جو بے قرار ہیں کہ جلد سے جلد نجات ہو، اور دُور رسم الخط کی غلامی سے حجاب نسوانی کی پابندی سے، شریعت کی گرفت سے! ————— پیر پرستی کا جذبہ کون کہتا ہے کہ صرف خانقاہوں، درگاہوں، انگلیوں اور حلقوں تک محدود ہے؟

”ایسے ممالک میں جیسا کہ ہندوستان ہے، مذہب کی روحانی عظمت کا دار و مدار صرف تسبیح و مصلیٰ پر رہ گیا ہے“

اور اسی ہندوستان میں بعض خطے ایسے بھی ہیں، جہاں مذہب کی ”دنیوی عظمت“ کا دار و مدار رہ گیا ہے تسبیح و مصلیٰ کی تصحیک پر، اور مذہب سے تسخر پر، نظامِ اسلام سے بناوت پر!

”علم اور جہل کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے“

لیکن اس فاصلہ کی پیمائش نہ ارشاد ہوئی، جو خود تنجید اور مذہب جاہلی (Paganism) کے پانچویں کالم کے درمیان ہے! ٹرکی اور ایران کے تنجید نوازوں پر اعتراض ایک ملکی زبان سے! اُف! یہ ناقابل برداشت تو ہیں! (صدق! نگہنہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء)

تجدد کی رٹ

قلم تجدد رقم کا تازہ کلام :-

"تا ترک کے ہزاروں عیب

گننانے کے بعد بھی اس کا کیا جواب ہے کہ اسی مسلمان فرنگی نے ملت اسلامی کے لیے اس وقت نگوں اٹھائی، جس وقت ہندوستان میں صرف فتوے لکھے جا رہے تھے یا ریزولیوشن پاس فرمائے جا رہے تھے اور آج بھی ہم ہیں کہ اپنے خلوت خانوں میں صرف "مقدمہ سنہ تیجہ" اخذ کر رہے ہیں، اصطلاحات کی ترازیوں میں "مقدمہ" اور "تیجہ" کو تو لے والے بزرگان ملت اپنے علم و فضل کی ترازی میں صرف اپنی جانناز اور تیجہ کو تول ہے ہیں۔ وہ میدان جہاد انہوں نے کب دیکھا ہے جس میں ایک تھوڑا سا فرنگی مسلمان اپنی ملت کے لئے جان کی بازیاں لگاتا ہے؟

بیشک، بیشک! تجدد کی دنیا میں آخر اس پُرانی دھڑانی رسم کی گنجائش ہی کہاں کہ الفاظ اور معانی کے درمیان ربط قائم رکھنے کی بھی ضرورت ہے! کیا ہوا اگر ملت اسلامی کا "اسلامی" ہونا ہی نہیں ثابت ہوتا، میدان جہاد کا "جہاد" ہونا ہی معرض بحث میں رہ گیا۔ تجدد کی انتشار و خطابت کے لئے یہ امر پس کرتا ہے کہ ایک پروگرام کے اندر "تلاور" اور "جہاد" اور "جان بازی" کے الفاظ تو کٹھے کر دیئے گئے اور "جان بازی" اور "تسبیح" اور "تقدس" اور "فتویٰ" پر طنز تو چند بار ہو گیا، ثبوت اور دلیل، معقول و مقول، استدلال و استنتاج، آف یہ سخت جان اور نامعقول و قیافوسی ملانے! چلے ہیں ان فرسودہ حربوں سے تجدد کو قائل کرنے! انہیں سوچتا نہیں کہ محرم میں ہر جوش تعزیر دار کو کوئی آم جگت تامل کر سکا ہے؟ شہید کربلاؑ کی تعلیم کو، عمل کو، شریعت کو، ان بچاؤ و خرافات سے کوئی دور کا بھی تعلق ہے۔ یہ ساری جرح اس "پرجوش مجاہد" کے سامنے کیسی لالینی ہے! وہ صرف دھول پر زور سے چوب لگانے کا اور اسی قوت سے اپنی چھاتی کوٹنے کا اور

"تسبیح و جہاد نماز" سے پیدا ہونے والے فتوے کے منہ پر حثارت سے تھوک دیکھا!۔۔۔ کون کہتا ہے کہ ان "دھول نوازوں" اور اسلام کے "سچے اور حقیقی مجاہدوں" کے فیض سے، ہندوستان کا آزاد و آزاد خیال تجدد نواز محروم ہے؟

ہی مسلمان کی تقسیم "فرنگی مسلمان" اور غیر فرنگی مسلمان میں تو یہ یقیناً ایک شاہکار ہے تجدد کا۔ اور جب یہ راہ کھل گئی ہے تو کیوں نہ اسی وزن و قافیہ میں اور بہت سی نہیں بھی مسلمانوں کی قرار دے دی جائیں، مثلاً کافر مسلمان، مشرک مسلمان، عیسائی مسلمان، یہودی مسلمان، ہندو مسلمان، غیر مسلم مسلمان، ملحد مسلمان۔ اور شرط ایسے مسلمانوں کے لئے رکھی جائے نہ اسلام کی نہ ایمان کی، نہ توحید کی نہ قرآن کی۔ بلکہ صرف تلاور اٹھانے کی اور "جان کی بازی" لگانے کی (خواہ وہ جس مقصد کے لئے بھی ہو) اور سب بڑھ کر "جان نماز" و "تسبیح" پر طنز و مضحکہ کی!

("صدق" لکھنؤ۔ ۱۲۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء ص ۲۵)

تجدد کی زد

ملک کے ایک صاحب علم و صاحب نظر بزرگ، پیام میں "ترجمان القرآن" کی تنقید

اتما ترک پر تبصرہ پڑھ کر لکھتے ہیں :-

"پیام میں قاضی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اُسے پڑھ کر ہنسی آگئی۔ یہ لوگ تجدد کی رٹوں میں ایسے بے ہوش و عقل و منطق کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اگر ان کا یہ کلیہ صحیح ہے کہ گوشوں میں بیٹھ کر قلم چلانے والوں کو تلاور چلانے والوں کے اعمال و افعال پر تنقید کا حق حاصل نہیں ہے، تو انہیں پہلے خود اپنی زبان بند کرنی چاہیے۔ یہ خود بھی تو آخر گوشوں ہی میں بیٹھ کر قلم چلانے والے ہیں اور اگر ان کا یہ کلیہ صحیح ہے کہ غلاموں کو آزاد لوگوں کے کاموں پر اظہار رائے نہیں کرنا چاہیے جب بھی انہیں چین، جاپان، اٹلی، جرمنی وغیرہ

کہ آج سے دیوانی عدالتوں سے قانون شریعت منسوخ! اور اس کے بجائے سوپریمر لینڈ کے فرگلیوں کا قانون جاری! دو سال اور گزرے، ۱۹۱۱ء اپریل سہ ماہی کو قضا و قدر نے تہجد کی زبان سے یہ اعلان کر دیا کہ :-

(۱) دستور کی دفعہ ۲ منسوخ (یعنی اب حکومت کا مذہب اسلام نہ رہا)۔

(۲) دفعہ ۲۶ میں ترمیم۔ (یعنی اب مجلس ملی کو نفاذ شریعت سے کوئی واسطہ نہ رہا)

(۳) دفعات ۱۲ و ۱۳ میں ترمیم۔ (یعنی اب حلف میں بجا اللہ کے نام کے صرف انہی عزت نفس کا حوالہ دیا جائے)

ہوتے ہوئے تھے مسلمان آیا اور اب ارتداد یا روشن خیالی کی تکمیل میں جو کمی باقی تھی، وہ پوری ہو گئی۔ یعنی یہ اعلان ہو گیا کہ حکومت ترکیہ آج سے جہاں جہوری ہے، قومی ہے، اعظمی ہے، انقلابی ہے، وہیں خالص ذیوی یا غیر مذہبی (کلمہ صمد) بھی ہے! — مسلمانوں کے دلوں پر جو کچھ گزر کر رہی اُسے چھوڑیے، دیکھیے مسیحیت کی تبلیغی دنیا اس صورت حال کا استقبال کس مسرت و شادمانی سے کر رہی ہے! ایسی مشنری صاحبان فرماتے ہیں :-

”اسلام کے قیود سے آزادی حاصل کرنے میں ترکی نے جو قدم اٹھائے، ان کی کوئی اور نظیر نہیں ملتی۔ اس نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ چاہے فرد ہو یا خاندان ہو یا ساری قوم ہو، اس پر خود اندرونی تحریکات کا اثر جس دور و قوت کا پڑ سکتا ہے، وہ بیرونی موثرات ترغیب بلکہ جبر و قوت کا نہیں پڑ سکتا“ (سٹلم ورلڈ، نیویارک جولائی سہ ماہی ۱۹۱۵ء)

اور پھر فرماتے ہیں :-

”اسلام سے یہ انقلاب آخرین قطع تعلق دنیا کے

ممالک کے معاملات پر اظہار رائے کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے۔ لیکن افعال و اقوال میں مطابقت وہ چیز ہے، جس سے اہل تہجد کو سخت عداوت معلوم ہوتی ہے۔ تہجد کا کمال یہی ہے کہ آدمی منطق کی پابندی سے آزاد ہو جائے“

لیکن کیوں صاحب یہ اعتراض تو جب وارد ہوتا ہے، جب تہجد کے قلم کو ”غازی“ آنا ترک کی تلوار سے الگ تسلیم کر لیا جائے لیکن جب یہ دو چیزیں ہی نہ ہوں، دونوں ایک ہی ہوں ”غازی“ کی تلوار اور تہجد کے قلم کے درمیان نسبت عینیت قائم ہو جائے دوئی باقی نہ رہے۔ تو پھر گرفت کیسی؟ تہجد کے قلم کی کاٹ ”غازی“ کی برش نشیں کچھ کم ہے؟ حجاب نسوانی، عربی رسم الخط وغیرہ مسائل شرعی و شعائر اسلامی چس طرح ایک کی ضرب کاری پڑ چکی ہے۔ کیا اس سے وہ کچھ کم دوسرے کی زوئیں ہیں؟ (”صدق“ لکھنؤ۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۱۷۱)

سچی باتیں بات کچھ ایسی بہت زمانہ کی نہیں۔ ابھی ۱۹۱۲ء ہی کی تو ہے کہ ترکی میں اسلامی حکومت تھی۔ غیروں کی زبان پر نہیں، خود اپنی نظر میں۔ خلافت کیٹی تو مٹی، یہ کچھ کم تھا کہ ترکیہ اپنے کو ”اسلامی“ حکومت کہہ رہی تھی ۲۴ اپریل ۱۹۱۴ء کو مجلس ملی نے جو دستور اساسی منظور کیا۔ اس کی دفعہ ۲ تھی :-

”حکومت ترکیہ کا مذہب اسلام ہے“

اسی قانون کی دفعہ ۲۶ تھی :-

”مجلس ملی ذمہ دار ہے قانون شریعت کے نفاذ کی“

اور اسی قانون کی دفعات ۱۲ و ۱۳ میں یہ تھا کہ صدر جمہوریہ اور ارکان مجلس جو حلف لیں گے، وہ اللہ کے نام کا ہوگا۔ دو ہی سال کے عرصہ میں یہ حال ماضی بن چکا تھا اور یہ حقیقت افسانہ ۱۹۱۴ء میں ”ترقی“ کے نقیب نے پکار کر کہا

میں، دست بدست، تن بہ تن ہو کر، اس کا نام "ترقی" اور "اسلامی ترقی" ہے۔ اور جو کوئی بولے، اس کا منہ کھلے کیجئے، یہ کہہ کر کہ یہ کیسا محمودیت پسند ہے، تاریک خیال ہے اور ترقی کے حق میں سنگ راہ!

(۲۰ صدق" لکھنؤ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۷)

جرم کا اقبال ذیل کا مراسلہ ایک واقفکار کے نام سے کسی مخالف اخبار میں نہیں، خود "پیام" میں عرصہ ہوا، شائع ہوا تھا۔ اور اسی وقت "صدق" کی تراشوں کے قائل میں رکھ لیا گیا تھا۔ نوبت آج اشاعت کی آرہی ہے:-

"پروفیسر ہارون خاں صاحب شروانی کے اس بیان سے کہ استنبول اور اردن وغیرہ میں نماز عربی زبان میں ہوتی ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ترکی زبان میں نماز نہیں ہوتی یا اُس کو جائز نہیں قرار دیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکی میں نماز پڑھنے کے حکم کی شدت سے تعمیل نہیں کرائی جا رہی ہے اور عربی میں نماز پڑھنا قطعاً ممنوع قرار نہیں دیا گیا ہے۔ استنبول ایک بین الاقوامی شہر ہے۔ چنانچہ اردنی (ترکی) ٹوپی پہنے ہوئے اشخاص ہی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اس کی مالیت ہے۔ ترکی زبان میں اذان کا لزوم اور اس کی پابندی سے تو فاضل پروفیسر صاحب کو بھی انکار نہیں ہے۔ یہی امر حقیقت کو آشکار کرنے اور ڈاکٹر لطیف صاحب کے خیال کی تائید کے لئے کافی ہے"

جس "لازوال سورا" کی روش اور مسلک پر چلنے کی آپ کو سرگرم تلقین ہوتی رہتی ہے۔ اس کی اصلاحی کا ایک ہلکا سا نمونہ آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ اذان عربی میں دینا غیر ضروری نہیں، جرم! نماز ترکی میں پڑھنا جائز اور عربی میں پڑھنا غیر ضروری

خلافت جیسے اہم ترین اجتماعی ادارہ کے ٹوٹنے کا، عالم اسلام کی مرکزیت اور شیرازہ بندی کو فنا کر دینے کا، جو مجرم ہے، اسی مجرم اور قبائلی مجرم کے حق میں "متجدد" کو حیرت رہتی ہے کہ اسلامیان ہند ایسے بطل عظیم کو ایسے "غازی" اور "مجاہد" کو اپنا "لاذوال سورا" تسلیم کرنے میں تامل و تذبذب کو کیوں راہ دے رہے ہیں۔

(صدق" لکھنؤ۔ ۹ دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۷)

تجدد کی غیرت سر جان ہمیرٹن کی مرتبہ یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ کا شمار

حال کی ضخیم و مستند تاریخوں میں ہے۔ کتاب ہندوستان میں ایسی نایاب بھی نہیں۔ اکثر انگریزی کے بڑے کتب خانوں میں مل جائے گی۔ اس کی جلد ۸ کے صفحہ ۲۸۸ میں ایک تصویر آپ کو نظر آئے گی۔ ایک مرد "آپ ٹوڈیٹ" مغربی فیشن میں لبوس۔ اور ایک عورت مغربی دلہن کے لباس میں لبوس۔ دونوں مل کر ناچ رہے ہیں (اور غلطاً رقص تو مغرب میں رائج ہی ہے) چند اور مرد اور عورتیں بھی ہیں۔ مگر ان کے عکس و ہندے آئے ہیں۔ صرف ایک عورت جس کی تصویر صاف آئی ہے۔ اس کا سر چہرہ، پورے ہاتھ شانہ رنگ، گردن کے نیچے کا حصہ سب برہنہ ہے۔ یہ ناچنے والی جو آپ سمجھے، کون ہے؟ سننے اور یقین کرنے کے لئے تیار ہو جائیے کہ ترکی کے "لاذوال سورا" انا ترک بہادر اور اُن کی متبنی صاحبزادی ہیں! تصویر اگر فرضی اور جعلی ہے۔ تو یقیناً کتاب کے ناشر (پبلشر) پر مقدمہ چلائیے، لیکن اگر صحیح ہے تو تجدد کا علم بلند کرنے سے پہلے، تجدد کی حمایت و تعریف میں نعرے لگانے سے پہلے، ذرا اپنی اسلامیت سے، اپنی تہذیب و ثقافت سے، اور جی چاہے تو خود اپنے مشرقی خون سے بھی مشورہ کر لیجئے!

_____ باب بیٹی کو بچاتے، مرد اپنی بیوی کو دوسرے کے ساتھ بچاتے، خود دوسرے کی بیوی کے ساتھ ناچے، مجمع عام

ہی نہیں، عربی میں پڑھنا مجرم! — ہندی مسلمانوں خصوصاً ان کے قلمی خادموں کی یہ سب اور حماقت دیکھیے کہ اس پر بھی ترکی کے اس مصلح اعظم کو بڑھ کر اپنا "لازوال سردار" نہیں تسلیم کرتے!

("صدق" لکھنؤ۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۷ء ص ۲۷۷)

تجدد کے کارنامے

آزاد کرو یا! — یہ "لازوال سردار" کی لازوال سرداری کے ہندی نقیب نے اپنی ۶ جنوری کی اشاعت میں صفحہ اول کے ایک نمایاں مضمون کے اندر کہا اور مخاطب اس متن "آزادی" کی شرح بھی خودی فرمادی :-

(۱) "کثرت ازدواج متروک قرار دیا" چنانچہ اب ٹرکی میں کوئی قرآن کے قانون اور رسول کے تعامل کے مطابق جو بھی اور تیسری بیوی لانے کی ہمت کرنا تو کجا، دوسری شادی بھی کرنا چاہے تو یہ فوجداری کا جرم ہے جس کی سزا قید جھگڑنا ہے۔ باقی محض حرام کاری اگر رضامندی طرفین سے ہو، تو اس کی عام اجازت ہے۔ اس لئے کہ فرنگیوں کے دستور اخلاق اور فرنگیوں کے آئین جی میں یہ کوئی جرم ہی نہیں — عورت کی آزادی نہ براقل یہ ہوئی!

(۲) "طلاق اور خلع کا اختیار عدالت کے ہاتھ میں دیدیا" یعنی کتاب وسنت کے مطابق اگر شوہر از خود طلاق دیدینا چاہے تو اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ یہ ٹرکی کے موجودہ قانون میں جرم ہے۔ عدالت کی دست اندازی ناگزیر ہے — یہ ہوئی آزادی نہردوم!

(۳) عورتوں کو تمام جائز حقوق دے دیئے۔ وراثت کے معاملہ میں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کو مساوی تسلیم کیا گیا اور ان کے حقوق کے استعمال کے لئے مواقع بھی فراہم کئے۔ قوم کی زندگی میں ان کے کھوئے ہوئے درجہ کو بحال کیا گیا۔ عورتوں

نے بھی اس کا جائز فائدہ اٹھایا اور اپنی قوتوں کو جو چھ صدی سے معطل پڑی تھیں کام میں لائیں۔ یعنی قرآن نے جو حصہ لڑکی کا لڑکے کا نصف مقرر کیا تھا، اسے ہٹا کر دونوں کا حصہ برابر کر دیا گیا۔ قرآن کے قانون میں تربیم کر دی گئی اور مسلم خاتون پر جتنی پابندیاں عائد تھیں، انہیں دور کر کے عورت کو آزاد کر دیا گیا۔ کہ وہ چاہے ہل میں غیر مردوں سے ہم آغوش ناچے، چاہے فقیر میں، سینما میں ایکٹرس بنے، جو چاہے کرے — یہ رہی آزادی نمبر سوم!

(۴) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اب آگے اصل الفاظ اس ہندی نقیب تجدد کے ملاحظہ ہوں۔

"الغرض اب ترکی میں کوئی پیشہ ایسا نہیں، جس میں صنف نازک مردوں کے دوش بدوش

سرگرم عمل نظر نہ آتی ہوں۔ لڑکے اور لڑکیاں

اپنے رفیق حیات بغیر والدین کی مداخلت کے

آپ تلاش کرتے ہیں۔ اور ترک عورتیں اب اس

درجہ تک آزاد ہو گئی ہیں کہ اجارہ والے مقابلہ

حسن کا انتظام کرتے اور ان سے منافع کثیر

حاصل کرتے ہیں" ("پیام" ۶ جنوری ص ۲)

"آزادی" کے مبتدا کی خبر آپ نے دیکھی لی! یہ ہیں لازوال

سردار" کے لازوال کارنامے، کسی غیر کی روایت کے

مطابق نہیں، خود پیام کی حسب روایت! بد بخت جموں پسند

ہندوستان! اسے ان کارناموں کی اب تک قدر نہیں!

اس کے بوجھ مفکر اب بھی اس لازوال سردار" کے

"فرسٹ کلاس" بدترین معتقن ہونے کے قائل نہیں۔ اس کے

"تاریک خیال" اہل قلم اب بھی ایسے "غازی و مجاہد" کے

نام کا جزو "رحمۃ اللہ علیہ" اور "قدس اللہ سرہ" نہیں

بنائے ہوئے ہیں!

("صدق" لکھنؤ۔ ۲۰ جنوری ص ۳۷۷)

مراست

تجد کی داو

”باد جو دُاں تعلیم کے جوا تا ترک
کے بہت سے کارناموں کی بہرے
دل میں ہے، میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ
میری رائے میں انہوں نے اپنے حروف کو
ترک کرنے میں غلطی کی۔۔۔ اگر کبھی وہ دن
آجائے کہ مغربی دماغوں سے یہ کٹر انکل جانے
کہ ان کے دماغوں کو خدا نے دوسروں سے بہتر
بنایا ہے۔۔۔ تو ممکن ہے دونوں اس کم خط
کو اپنے مطول خط پر ترجیح دینے لگیں۔۔۔
اتنا ترک نے اس قسم کی جتنی اصلاحیں کیں، ہکا
مقصد اس سے اب قوم کو یورپ کی قوموں کا
ہرنگ بنانا تھا۔۔۔ انہوں نے محسوس کیا
کہ جب تک ترک اپنی وضع قطع اور خودیو سے
یورپ کی عیسائی قوموں کو مسلمان نظر آتے ہیں
ان کی دشمنی قائم رہے گی۔ اس لئے طاہری
نیکل میں اگر انہیں یہ نظر آئے کہ یہ لوگ اپنی پرانی
حالت کو خود ہی بدل رہے ہیں اور یورپ کے
رنگ میں رنگے جا رہے ہیں، ان کی منافرت
ترکوں سے کم ہو جائے گی“

یہ سر شیخ عبدالقادر نے اردو کا نفیس دکانپور کے خطیہ صدر
میں ارشاد فرمایا (ہماری زبان دہلی، یکم جنوری ۱۹۱۷ء)۔
گستاخ و بد زبان ہندی مسلمان! چلا ہے غازی، مجاہد
”لا زوال مردار“ پر اعتراض کی زبان کھولنے لگتا ہے،
انہوں نے عربی حروف کو مشادینے اور لاطینی حروف کے رواج
دینے میں غلطی کی۔ گویا اس غظیم المرتبت، فوق البشر انسان
کو اتنی بھی سمجھ نہ تھی، جتنی ہندی غلاموں کو ہے! اور پھر
فرنگی وضع قطع، خوب بنا لینے پر، نصرانیوں سے تشبہ ضمایا
کر لینے پر بھی تم ریض! گویا سائیسویں صدی عیسوی آج بیسویں
صدی پر بھی حکمران رہے! — وہ تو کیے خطیہ صدارت

محمدی فوج، خاکسار
اور حکومت پنجاب

مجمع مکارم اخلاق حضرت مولانا صاحب
زاد الطائفہ، السلام علیکم ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ، طالب خیریت
بخیریت ”شمس الاسلام“ مطبوعہ ۱۹۰۷ء ستمبر پہنچا ”خاکسار اور
حکومت پنجاب“ والے مضمون کا شکریہ! میری رائے میں
اس مضمون پر سرخ پینل سے نشان لگا کر اس کی ایک کاپی
خصوصیت کے ساتھ سر سکندر کے نام بھیجی جائے۔ بلکہ
پنجاب اسمبلی میں سر سکندر کی پارٹی کے بعض خاص خاص آدمیوں
کو بھی یہ پرچہ نشان لگا کر بھیجی جائے۔ علاوہ ازیں پنجاب
اسمبلی کے آن۔ ممبروں کو بھی یہ پرچہ نشان لگا کر بھیجنا
چاہیے۔ کہ جو اسمبلی کے اجلاس میں عموماً خاکساروں کے
مستحق سوالات کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا صاحب! اس قسم کے ایشار اور قربانیوں
سے ہی انسان کامیاب ہوتا ہے۔ میں خصوصیت کے ساتھ
یہ بات جناب کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری
توجہ دلانے کے بعد بھی حکومت پنجاب نے خاکساروں کے
خونی پیچہ اور خطرناک ہتھیار پر کوئی پابندی عائد نہ کی اور
جماعتی یا انفرادی حیثیت میں پیچہ آزاد چھوڑ دیا گیا تو پھر
کوئی وجہ نہیں ہے کہ محمدی فوج کے اسلحہ پر کسی قسم کی پابندی

ص کانپور میں پڑھ دیا گیا اور ہر دسکون سے سن لیا گیا۔ ایسا
ہو کہ اس مثال سے خوش ہو کر انجن ترقی اردو والے کہیں
خدا خواستہ ایسا ہی رجعت پسند صدر منتخب کر کے آئندہ جلال
مراد آباد میں کر ڈالنے کی ہمت کر کے رہیں۔

”صدق“ لکھنؤ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳

مانگی جائے۔ اور اسے انفرادی اور جماعتی حیثیت سے آزاد نہ سمجھا جائے۔ ایسی صورت میں ادارہ عالیہ محمدیہ یا قائد اعظم فوج محمدی یا آپ اپنے امیر جماعت کی طرف حکومت پنجاب کو وارنٹنگ کر کے یعنی ایک ہفتہ کا بیعادی نوٹس دے کر آزاد طور پر فوج محمدی کے اسلحہ کا انفرادی اور جماعتی حیثیت سے مظاہرہ کرنا چاہیے۔ البتہ پریڈ نہ کی جائے۔ مگر فوج محمدی کے سپاہی انفرادی اور مجموعی طور پر اسلحہ لگا کر بازاروں اور کوچوں میں مزدور پھریں۔ یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ خاکساروں کو خونیہ بیچے تو آزادانہ طور پر استعمال ہوں اور فوج محمدی کے اسلحہ پر کسی قسم کی پابندی مانگی جاسکے۔ مجھے حکومت کی یہ ماقبت نااندریشی اور بے پروائی پر تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ اس نے خاکساروں کے خونیں بیلچوں کا خطرناک اور ہلاکت آفرین تجربہ کرنے کے بعد بھی انہیں کس طرح آزاد چھوڑ دیا ہے۔ بھڑی دیر کے لئے اگر یہ ان بھی لیا جائے کہ خاکسار ان سے چپ و راست نہیں کر سکتے۔ لیکن جماعتی اور انفرادی حیثیت سے بیلچوں سے مسلح ہو کر بازاروں اور گلی کوچوں میں آزادانہ چلتے پھرتے تو ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ایسی حالت میں خاکسار اپنے ہر قسم کے مخالفوں پر بیلچوں کا معاذانہ اور منتقمانہ استعمال کر کے انہیں مجروح اور قتل نہیں کر سکتے؟ کر سکتے ہیں۔ اور ضرور کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی خاکسار انہیں بیلچوں سے حکومت کے مسلح سپاہیوں اور افسروں کو زخمی اور قتل کر چکے ہیں۔ یعنی جس حالت میں وہ بیلچوں کے ہوتے ہوئے حکومت کے مسلح سپاہیوں سے نہیں ڈرتے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے نہتے مخالفوں پر بیلچوں سے خوفناک اور دلیرانہ حملے کر کے آئے دن انہیں قتل اور مجروح نہ کرتے رہیں گے؟ حکومت کو چاہیے کہ آنکھیں کھول کر اپنے الفاظ کو پڑھے اور نہایت گہری نگاہوں سے خاکساروں کے خونیں بیلچوں کو دیکھے۔ (پروفیسر حکیم) تاج الد

احمد (صاحب) تاج (صدر ادارہ عالیہ محمدیہ لاہور)
ایک سستی کی افسوسناک شیعہ پروری!
 بخدمت جناب مولانا صاحب السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ چند گذشتات آپ کے

سامنے پیش کرتا ہوں۔ براہ مہربانی درست فرما کر جریدہ "شمس الاسلام" میں درج فرمائیں۔ شکور ہوں گا۔
 ضلع جھنگ کے شیعوں نے بمقام صدر ایک قہیم خان قائم کرنے کی تجویز کی ہے۔ چنانچہ اس کے لئے کچھ زمین بھی خرید لی گئی ہے۔ یہاں تک تو میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن جس وقت میں نے اخبار "یاد خدا" چنیوٹ ۱۷ دسمبر میں چنیوٹ کے چند دہندگان کی فہرست دیکھی جس میں سیٹھ حاجی محمد الدین دہرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ انہوں نے کئی صد روپیہ شیعوں کو دیا ہے اور ایڈیٹر "یاد خدا" نے عام سنٹیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ شیعوں کو دل کھول کر چندہ دیں۔ آپ براہ مہربانی ایڈیٹر "یاد خدا" اور عام اہلسنت و جماعت کو بذریعہ "شمس الاسلام" تنبیہ فرمائیں کہ وہ شیعوں کی مدد کرنے کی بجائے اپنی تبلیغی انجمنوں کی مدد کیا کریں۔ اور مخالفین کے فریب سے بچیں۔
 دراقم ناچیز احمد الدین ولد میاں وریام ارائیں خریدار نمبر ۳۳۳ - جھنگ

فتنہ خاکساری کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس میں ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کی زبان شرقی ملحدی و مستبر سے محفوظ ہو گیا۔ اور جسکو پڑھ کر خاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت کو بے کی۔ اس کتاب کی مقبولیت عام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ساڑھے تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر اچھوں ہاتھ بکھل گئی۔ اب پانچویں دفعہ طبع ہوئی ہے۔ تعداد صفحات ۹۲ قیمت نسخہ تین آنہ محصول ایک ایک آنہ۔ فی سیکڑہ ۱۰۰۰
 حشر علاہ محصول ایک۔ پتہ پرنٹنگ ہاؤس البصیرہ لاہور

تعداد صفحات ۹۲

آئندہ سائنس

جسے کھلا کر شونی کمپنوں نے بوڑھے چین رشی کو جو انہیں بنا دیا تھا غلام ثابت کرنا لوگوں کو سنوار دیا۔ ہر دوائی کی خوبی اُسکے بنانے والے کی بے انتہا قدر تھی۔ پھر ہوا کرتی ہے سوائی آتما ندرجی بانی ست دھرم کو ہندوستان و باہر کے لاکھوں اجارہ بین حضرات جانتے ہیں۔ مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔ آئندہ سائنس کی بھی گارنٹی و سند کافی ہے کہ یہ سوائی آتما ندرجی بانی ست دھرم کی ایجاد ہے۔ آئندہ سائنس حد درجہ مسک اور مقوی ہاد دوائی ہے جس سے استری پریش کا پریم اور گرہست دھرم کا آئندہ چہار چنڈ بڑھ جاتا ہے اور جربان احکام۔ ذیابیس، نامردی، بانچہ پن جڑھ سے دور ہو کر راج، ویرہہ گاڑھا اور لڑکا پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے کمزور سے کمزور انسان سیرود، دودھ اور پاؤ ڈیڑھ پاؤ لگی بھنم کر سکتا ہے۔ اور چند ماہ کے استعمال سے چہرہ کندن کی طرح دیکھنے لگ جاتا ہے اور نامرد مرد اور بوڑھے جوان مرد بن جاتے ہیں۔ یہ دوائی دل، دماغ اور تمام اعضائے رسیہ کو طاقت بخشی ہے۔ اس میں سونے اور موتیوں کے قیمتی کشتے اور ست سلاجیت کیسیر وغیرہ کہیں قیمتی اجزاء شامل ہیں۔ مختلف انویاؤں کیساتھ کھانے سے آئندہ سائنس گنہگاروں کی دردوں، سنگرہنی، بڑا سیر، بچش، دہر، تہق، رپرانی کھانسی، بانچہ پن جیض کی خرابیوں، پیشاب کیساتھ شکر، ناوغیرہ مریضوں، بیماروں کے لئے اکیلا اور رام بان ہے۔ ایک مرتبہ آزمانے سے اسکی خوبیاں خود بخود آپکو گرویدہ احسان بنالینگی۔ فائدہ نہ ہونے کی صورت میں نصف قیمت آپس قیمت فی شیشی ساٹھ گولی صرف چار روپے سے محصول ڈاک وغیرہ۔

پتہ :- سوائی آتما ندرجی بانی ست دھرم معرفت راجیہ صاحب سر ہنس رگ صاحب بی، ایس، ایس، ایز کیٹو انجینئر لی، ڈبلیو ڈی کوشی نمبر ۸۸۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

عیسائی خاوند کے مقدس میں دیا ہے۔ ایک سنجیدہ قانون دان مسلمان وزیر اعظم کے دور حکومت میں اسلامی قانون کی اس طرح پالی بہت ہی افسوسناک ہے کیا اس فیصلہ کی موجودگی میں اسلام کے شخصی قانون کی حفاظت کے بار بار اعادہ کی کوئی وقت باقی رہ جاتی ہے؟

متفقہات کلکتہ ہائیکورٹ کا ایک مسلم آزار فیصلہ!

چسیت یاران طرقت بعد ازین تدبیر ما؟

کلکتہ ۳ جنوری کلکتہ ہائیکورٹ کے جسٹس ایڈگلے نے اس نتیجے کا کار آیا ایک مت شادی کے بعد حلقہ گوش اسلام ہونے پر اسلامی قانون کے مطابق اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے جبکہ اسکی اپنی زوجہ کے مذہب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو؟ فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ برطانوی قانون کے تحت عورت کو ایسا حق حاصل نہیں۔ مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ مسماۃ نور جہان بیگم نے دعویٰ کیا تھا کہ میری شادی جو ایوان ٹسلیکو ہائینڈ روس مقیم ایڈنبرگ سے منسوخ قرار دیا جائے۔ نور جہان بیگم کے والدین نے روس میں ٹسلیکو سے اس کی شادی ۲۳ ستمبر ۱۹۶۲ء کو بھام بہن سول حقوق کے تحت کی تھی۔ نور جہان بیگم ستمبر ۱۹۶۲ء میں کلکتہ آئی اور چند ذریعہ حلقہ گوش اسلام ہو گئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے جبری تارکے ذریعے اپنے شوہر سے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد نور جہان بیگم نے کلکتہ ہائیکورٹ میں دعویٰ دائر کر دیا کہ میری شادی منسوخ کر دی جائے۔ عدالت نے فیصلہ لکھا کہ اسلامی قانون ان ممالک کے متعلق کیا گیا ہے جہاں سرکاری مذہب اسلام ہے۔ مقدمہ زیر بحث میں جس قانون پر مدعیہ کے دعویٰ کا مدار ہے۔ وہ موجود نہیں اور پبلک پالیسی کے خلاف ہے۔ یہ برطانوی قانون کی ان مبادیات کے خلاف ہے جنہیں ہندوستان میں مقدمات ازدواجی کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اگر مدعیہ کو تین شادی کا کوئی حق حاصل ہے تو وہ اپنے شوہر کے وطنی (دوسری) قانون کے مطابق ایسا کر سکتی ہے۔ عدالت نے رافٹو ستر ذکر دیا۔

مولانا حسین احمد کا احتجاجی تار۔ مولانا حسین احمد صاحبہر جمعیت علماء ہندو اہل شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اسلامی پرنسپل لاکے خلاف مسٹر جسٹس ایڈگلے جج ہائیکورٹ کلکتہ کے اس فیصلہ کے متعلق وزیر اعظم بنگال کے نام حسب ذیل برقیہ ارسال فرمایا ہے:

"میں آپکی توجہ سزاؤں گئے جج کلکتہ ہائیکورٹ کے فیصلہ کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں جو اہل تشیع ایک مسلم دوسری خاتون نور جہان بیگم اور ان کے

کتاب بہترین رفیق ہے!

بریلی۔ قیمت علاوہ محصول چار آنے۔

اس رسالہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے کتاب سنت

اور سیاست کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ نماز، خطبہ، اور اذان کو خاص عربی زبان ہی میں ادا کرنا چاہیے۔ قیمت علاوہ محصول صرف دو آنے۔

مؤلفہ مولانا محمد منظور صاحبہ
موصوف۔ اس لاجواب کتاب میں مذہبی و سیاسی

دولوں حیثیت سے خاکسار تحریک کے نام گوشوں کو اس خوبی کے ساتھ بے نقاب کیا گیا ہے کہ زبان سے بے اختیار صد اکھرجا نکلتی ہے۔ قیمت علاوہ محصول دس آنے۔

یہ رسالہ بھی مولانا محمد منظور صاحب کی تالیف سے ہے جس میں شرعی کے عقائد قابل قبول نہیں؟ اس کی تحریک اور خاکساروں کے مخالفوں پر دلکشین انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت علاوہ محصول صرف ایک آنہ۔

اس رسالہ میں مرزا نیت اور خاکسار عیسائیت کے دوپلو کا دلچسپ موازنہ کر کے ثابت کیا گیا

ہے کہ یہ دونوں جماعتیں عیسائیت کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ ایک کالم میں مرزا کی شرع پر کی اور دوسرے کالم میں خاکساری شرع پر کی عبارتیں باحوالہ درج ہیں۔ قیمت دو آنے۔ محصول دو پیسے۔

۵۲۰ صفحات کی ضخیم کتاب
مولانا نور بخش صاحب آیم الہی

توکل کی تصنیف ہے جس میں حضرات مشائخ نقشبندیہ کے کیف اور حالات و ملفوظات درج ہیں۔ قیمت علاوہ محصول دو روپے۔

یعنی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی سرسبزی
قدس سرہ کے ان مضامین کا اردو ترجمہ

جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے روانہ ایران کے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے اور جن کو پڑھ کر بہت سے ایرانی شیعہ تائب ہو گئے تھے۔ قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے۔

تصویر کا شرعی حکم دلائل پر
میں بیان کیا گیا ہے عقلی

اور نقلی دونوں قسم کے دلائل کا دلچسپ مجموعہ۔ مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ قیمت علاوہ محصول بارہ آنے۔

اس کتاب میں تقریباً سو سو سوالات
کے جوابات صحیح احادیث سے دیئے

گئے ہیں۔ حالات و عبادات اور قسم کے مسائل متفرقہ اس میں موجود ہیں۔ مؤلفہ مولانا سید میاں

وصغر حسین صاحب مدرس حدیث دارالعلوم دیوبند۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک پانچ آنے۔

یعنی تنازع اور الہام وید کے موضوع
پر مکررہ الآراء مناظرہ کی روداد۔

ویدوں کے غیر الہامی ہونے اور الباطل تنازع پہلا جواب عقلی دلائل کا مجموعہ۔ مؤلفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان

تمام کتابیں ملنے کا پتہ :- پیرزادہ ابوالضیاء محمد بہاء الحق قاسمی گلوالی دروازہ۔ امرتسر